Regd No P 67

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ

بدر

قادیان

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ چھ روپے
ششماہی ۵۰-۳ روپے
ممالک غیر ۵۰-۷ روپے
فی پرچہ ۱۲ نئے پیسے

جلد ۱۰ | ۲ تبلیغ ۱۳۴۰ ہش | ۵ شعبان ۱۳۸۰ھ | ۲ فروری ۱۹۶۱ء | نمبر ۵

اخبارِ احمدیہ

ربوہ ۲۸ جنوری سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ رپورٹ مظہر ہے کہ

"کل حضور اقدس کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نزلہ کی تکلیف میں کافی کمی رہی البتہ کچھ اعصابی ضعف کی شکایت ہے۔ رات سے کھانسی کی تکلیف زیادہ ہے۔"

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ حضور کو شفائے کامل و عاجل عطا فرمائے۔ آمین۔

ربوہ۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب مدظلہ العالی کی طبیعت کچھ عرصہ سے ناساز چلی آ رہی ہے احباب حضرت ممدوح کی کامل شفایابی کے لئے دعا فرمائیں۔

قادیان ۳۱ جنوری۔ گذشتہ جمعہ کے روز سے قادیان اور مضافات میں کچھ وقفہ سے اچھی خاصی بارش ہوئی جس کی وجہ سے موسم میں خنکی بڑھ گئی۔

قادیان ۱۲ جنوری۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ ربہ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

"ذکرِ حبیب علیہ السلام"

امسال ربوہ کے جلسہ سالانہ پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے جو لطیف مضمون سنایا اُس کے افادی پہلو کے پیش نظر دیگر مضامین کو روک کر اُسے مکمل طور پر اسی اشاعت میں درج کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ حضرت ممدوح کو صحت و سلامتی کی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ اور احباب جماعت کو آپ کے علوم و معارف سے بڑھ چڑھ کر مستفیض ہونے کا موقع دے۔ آمین۔ (ادارہ)

قادیان میں بارہویں یومِ جمہوریت کی شاندار تقریب!

"سخت محنت، سوشل اتحاد، اعلیٰ درجہ کے نظم و ضبط کے ذریعہ جمہوریت کے تقاضوں کو پورا کیا جائے"!

(از مرزا وسیم احمد)

قادیان ۲۶ جنوری بھارت کے بارہویں یوم جمہوریت کے موقع پر مقامی طور پر قادیان میں یہ جشن خاص اہتمام اور بڑی شان کے ساتھ منایا گیا۔ جس میں کافی تعداد میں مقامی غیر مسلموں کے علاوہ حسب سابق احمدیہ جماعت کے ممبران نے بھی خاص اہتمام کے ساتھ شرکت کی۔ جشن جمہوریت کی یہ تقریب سکھ نیشنل کالج و سابق تعلیم الاسلام کالج کی وسیع گراؤنڈ میں منعقد ہوئی۔ تقریباً ساڑھے نو بجے صبح پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی قادیان جناب سردار گوردیال سنگھ صاحب باجوہ نے جھنڈا لہرانے کی رسم ادا کی۔ جب تک قومی گیت گایا جاتا رہا پرچم کے احترام میں سینکڑوں حاضرین اپنی اپنی جگہ پر چپ چاپ کھڑے رہے اور کیپٹن رگبیر سنگھ کی کمانڈ میں مقامی پولیس گارد۔ این سی سی سکھ نیشنل کالج۔ اے بی سی خالصہ ہائی سکول و ڈی اے وی ہائی سکول نے جھنڈے کو سلامی دی۔

اس کے بعد جھنڈے کی شان اور ملک کی آزادی اور جمہوریت کے متعلق بچوں بچیوں اور نوجوانوں نے باری باری بیت سے گیت پیش کئے۔ تقریری پروگرام کے لحاظ سے پہلے نمبر پر صدر منڈل کانگرس قادیان سیٹھ بلکے لال جی نے ۲۶ جنوری کے قومی تہوار کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کی مختصر تاریخ کا ذکر کیا۔ اور اُن شہیدانِ وطن کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ جنہوں نے آزادئ وطن کے لئے اپنے تن من دھن کو قربان کیا۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے صدر منڈل کانگرس نے جھنڈے کے تین رنگوں اور اس میں مظہرہ چکر پر بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا اور بتایا کہ ترنگے جھنڈے میں کیسری رنگ اپنے دیش پر مٹنے والوں کے خون کی قربانی کی یاد تازہ کرتا ہے جبکہ سبز رنگ ملک کی لہلہاتی کھیتیوں اور سرسبز و شاداب میدانوں کا منظر پیش کرتا ہے اور تمام محبان وطن کو ملی محنت اور لگاتار کوشش کی دعوت دیتا ہے جس کے ساتھ تمام اہل وطن کی خوشی اور خوشحالی وابستہ ہے۔ چکر کانشان ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اسی سے ملک سے غریبی دور ہو سکتی ہے اور اہل وطن کو سکھ حاصل ہو سکتا ہے۔

آپ نے ملک کے ترقیاتی پلانوں کا ذکر کرتے ہوئے پنجاب میں واقع بھاکڑہ ڈیم کا بھی ذکر کیا۔ اور اس کے افادی پہلو پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے واضح کیا کہ کس طرح یہ عظیم منصوبہ مکمل ہونے پر اہل پنجاب کے لئے بجلی اور آبپاشی کی سہولیات بہم پہنچائے گا۔

آپ نے ملک کی غیر جانبدارانہ پالیسی کے فوائد بیان کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح ہمارا ملک وزیر اعظم پنڈت نہرو کی قیادت میں ترقی یافتہ ممالک کی امداد سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اور کس طرح ہمارے ملک کی عزت ساری دنیا میں قائم ہو رہی ہے۔ اس کے ثبوت میں آپ نے بتایا کہ ہر سال دیگر ممالک کے نیتا ہمارے ملک میں آتے ہیں۔ چنانچہ ابھی دنوں برطانیہ کی ملکہ الزبتھ دوم بھی یہاں آئی ہوئی ہیں اور دہلی میں معزز مہمان کی حیثیت سے یوم جمہوریت کی تقریب میں شمولیت کر رہی ہیں۔

تقریر کے آخر میں آپ نے باہمی اتحاد اور تعاون پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ جس طرح این سی سی کے نوجوانوں نے اس وقت قدم ملائے ہیں اسی طرح ملک کے سب نوجوانوں، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں مردوں سبھی کے تعاون اور باہمی کوشش کے ساتھ ملک کو آگے لے جانے کے لئے کام کی ضرورت ہے۔ ضروری ہے کہ ہم سب آپس میں محبت اور اتحاد سے رہیں اور ایک دوسرے کے سُکھ اور چین کیلئے کوشش کریں تاکہ آزادی کی نعمت جو بڑی قربانیوں کے بعد حاصل کی گئی ہے وہ قائم رہے۔

دوسرے نمبر پر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے حاضرین سے خطاب فرمایا۔ جس میں آپ نے قومی تہواروں میں سے ۲۶ جنوری کے تہوار کی عظمت و اہمیت کو واضح کیا آپ نے بتایا کہ اگرچہ آزادئ وطن کے بعد تیرہ سال سے لگاتار اسی قسم کی تقریبات منائی جا رہی ہیں اور ہر سال ہی ہم لوگ اس میں شریک ہوتے رہے ہیں۔ مگر پہلے سالوں کے مقابل پر اس سال زیادہ شاندار طریق پر یہ تقریب منائی جا رہی ہے۔ اور یہ چیز ہم جملہ اہالیان قادیان کے باہمی اتحاد اور ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہونے کی نشانی ہے۔

آپ نے فرمایا یہ جشن اور ایسی تقریب خواہ کس قدر شاندار کیوں نہ ہو جب تک ہم اس سے کچھ سبق حاصل نہ کریں اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ زندہ قومیں اپنی تاریخ سے سبق حاصل کیا کرتی ہیں۔ اور پچھلے واقعات کو مستقبل کے لئے مشعل راہ بنایا کرتی ہیں۔

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

باقاعدہ چندہ ادا کرنے والے موصیوں کے نام پر مشتمل کتاب

جس طرح تحریک جدید کے اُنیس سالہ جہاد میں شامل ہونے والے پنجہزاری مجاہدین کی فہرست تحریک جدید کی طرف سے شائع ہوئی ہے اسی طرح اب نظارت بہشتی مقبرہ کی طرف سے ایسے تمام موصیوں کے نام یکجائی طور پر ایک کتاب میں شائع کئے جانے کا انتظام کیا جا رہا ہے جو باقاعدگی سے اپنے چندے ادا کرتے ہیں۔ اس کے متعلق تفصیلی اعلان بدر کی اگلی اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے رانا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

دُرِّ منثور

(یعنی چند بکھرے ہوئے موتی)

رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمدؐ صاحب مدظلہ العالی

جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ ۱۹۶۰ء کے مبارک موقع پر حضرت مرزا بشیر احمدؐ صاحب مدظلہ العالی نے مورخہ ۲۷ر دسمبر کو صبح کے اجلاس میں محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی زیر صدارت "ذکرِ حبیب" کے موضوع پر جو ایمان افروز روح پرور اور وجد آفرین تقریر ارشاد فرمائی تھی۔ ذیل میں اس کا مکمل متن ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله

گذشتہ سال کے سالانہ جلسہ میں جو دسمبر ۱۹۵۹ء کی بجائے جنوری ۱۹۶۰ء میں منعقد ہوا تھا۔ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ کی سیرۃ کے بعض پہلوؤں پر ایک مضمون پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ یہ مضمون جو بعد میں "سیرۃ طیبہ" کے نام سے چھپ چکا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے تین بنیادی پہلوؤں سے تعلق رکھتا تھا یعنی (اوّل) محبتِ الٰہی (دوم) عشقِ رسولؐ اور (سوم) شفقت علیٰ خلق اللہ۔ اور یہی وہ تین اوصاف ہیں جو ایک سچے مسلمان کے دین و مذہب کی جان اور اس کے اخلاقِ حسنہ کی بلند ترین چوٹی کہلانے کا حق رکھتے ہیں۔

اس سال مجھے پھر مرکزی جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ کے منتظمین نے ذکرِ حبیبؑ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ سیرت کے متعلق کچھ بیان کرنے کی دعوت دی ہے۔ اور گو اس سال کا آخری نصف حصہ میری رفیقۂ حیات ام مظفر احمد کی طویل اور تشویشناک بیماری کی وجہ سے میرے لئے کافی پریشانی میں گذرا ہے۔ اور اسی تیمارداری کی وجہ سے مجھے کئی ماہ تک ربوہ سے باہر لاہور میں ٹھہرنا پڑا ہے اور بعض دوسری پریشانیاں بھی رہی ہیں۔ مگر میں نے ان روکوں کے باوجود ناظر صاحب اصلاح و ارشاد کی دعوت کو اپنے لئے موجب سعادت سمجھتے ہوئے اسے قبول کر لیا اور اب اپنے دوستوں کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ و اخلاق کے چند پہلو پیش کرنے کے لئے حاضر ہوں۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ میری گذشتہ سال کی تقریر حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کے تین مخصوص بنیادی پہلوؤں سے تعلق رکھتی تھی جنہیں اپنے باہمی ربط کی وجہ سے ہم گویا تین لڑیوں والی مالا کا نام دے سکتے ہیں۔ لیکن اس سال میں حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق و عادات کے چند متفرق اور غیر مربوط (گو حقیقۃً کسی انسان کے اخلاق بھی فی الواقعہ غیر مربوط نہیں ہوتے) پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ تا کہ ہمارے دوستوں کو معلوم ہو اور دنیا پر بھی ظاہر ہو جائے کہ محمدی سلسلہ کا مسیح اپنے مربوط اخلاق اور بظاہر غیر مربوط اخلاق دونوں میں کس شان کا مالک تھا۔ اسی لئے میں نے اپنے موجودہ مضمون کا نام "دُرِّ منثور یعنی چند بکھرے ہوئے موتی" رکھا ہے۔ یقیناً ان بکھرے ہوئے موتیوں کو بھی ایک گہرے ربط و نظم کی زنجیر باندھے ہوئے ہے۔ جو ایک طرف خالق کی محبت اور دوسری طرف مخلوق کی ہمدردی کے ساتھ فطری طور پر منسلک ہے۔ لیکن چونکہ بظاہر یہ اخلاق متفرق نوعیت کے ہیں۔ اس لئے میں نے انہیں "دُرِّ منثور" کا نام دیا ہے اور اسی مختصر تمہید کے ساتھ میں اپنے اس مضمون کو خدائے رحمان و رحیم کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝

(۱)

یہ ایک عجیب بات ہے جس میں اہل ذوق کے لئے بڑا لطیف نکتہ ہے کہ گو مقدس بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح ناصریؑ کے مثیل کی حیثیت میں مبعوث ہوئے اور آپ اپنی جماعت میں زیادہ تر اسی نام اور اسی منصب کے ساتھ پکارے جاتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے آپ نے اپنی سیرت اور اپنے اخلاق و اوصاف میں حضرت مسیح ناصریؑ کی نسبت اپنے آقا اور مطاع اور اپنے دلی محبوب حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بہت زیادہ ورثہ پایا ہے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:-

> پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
> گر نہ ہوتا نامِ احمد جس پہ میرا سب مدار!
>
> (براہین احمدیہ حصہ پنجم)

"یعنی گو میں مسیح ناصری کا مثیل بنا کر بھیجا گیا ہوں جنہیں ان کے یہودی دشمنوں نے صلیب پر چڑھا دیا تھا۔ مگر میرا اصل منصب محمدی نیابت سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کے ساتھ غلبہ اور کامیابی مقدر ہو چکی ہے۔"

اسی لئے جہاں عیسائیوں کے قول کے مطابق حضرت مسیح ناصریؑ تین سال کی مختصر اور محدود سی ماموریت زندگی پا کر ایلی ایلی لما سبقتانی کہتے ہوئے جاں بحق ہو گئے وہاں خدا تعالیٰ نے مسیح محمدی کو ہر قسم کے موافق و مخالف حالات میں سے گذارا اور گوناگوں اخلاق کے اظہار کا موقعہ عطا کیا اور آپ کو اپنے مشن میں ایسی بے نظیر کامیابی بخشی کہ دہلی کے ایک مشہور غیر احمدی اخبار کے قول کے مطابق مخالف تک پکار اٹھے کہ:-

"مرزا مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اُس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اُس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا۔ اور جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اُس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندیٔ ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اُس کا پُر زور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے۔ اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اُس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا رستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا۔"

(کرزن گزٹ دہلی یکم جون ۱۹۰۸ء)

(۲)

اس کے بعد سب سے پہلی بات جو میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں اور یہ ان بکھرے ہوئے موتیوں میں سے پہلا موتی ہے وہ اُس پختہ اور کامل یقین کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود کو اپنے خدا داد مشن کے متعلق تھا۔ یہ وصف آپؑ کے اندر اس کمال کو پہنچا ہوا تھا کہ آپ کے ہر قول و فعل اور ہر حرکت و سکون میں اس کا ایک زبردست جلوہ نظر آتا تھا۔ اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ اپنے اس یقین کی وجہ سے بڑے سے بڑے پہاڑ کے ساتھ ٹکرانے کے لئے تیار ہیں۔ بسا اوقات اپنے خدا داد مشن اور اپنے الہامات کے متعلق مؤکد بعذاب قسم کھا کر فرماتے تھے کہ مجھے ان کے متعلق ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ دنیا کی کسی مرئی چیز کے متعلق زیادہ سے زیادہ ہو سکتا ہے۔ اور بعض اوقات اپنی پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے

تھے کہ چونکہ وہ خدا کے منہ سے نکلی ہوئی ہیں۔ اس لئے وہ ضرور پوری ہونگی۔ اور اگر وہ سنت اللہ کے مطابق پوری نہ ہوں تو میں اس بات کے لئے تیار ہوں کہ مجھے مفتری قرار دیکر پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے۔ چنانچہ جب ایک متعصب ہندو لالہ گنگا بشن نے پنڈت لیکھرام والی پیشگوئی پر یہ اعتراض کیا کہ پنڈت لیکھرام کی موت پیشگوئی کے نتیجہ میں نہیں ہوئی بلکہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعودؑ نے پنڈت جی کو خود قتل کرا دیا تھا تو حضرت مسیح موعودؑ نے جو اپنے اندر انتہائی غیرت اور تحدی کے ساتھ فرمایا کہ اگر لالہ گنگا بشن کا واقعی یہی خیال ہے تو وہ اس بات پر قسم کھا جائیں کہ (نعوذ باللہ میں) نے خود پنڈت لیکھرام کو قتل کرا دیا تھا پھر اگر اس کے بعد لالہ صاحب ایک سال کے اندر اندر ایسی موت کے عذاب میں مبتلا نہ ہوئے جس میں انسانی ہاتھوں کا کوئی دخل متصور نہ ہوسکے تو میں جھوٹا ہوں گا اور مجھے بیشک ایک قاتل کی سزا دی جائے۔ چنانچہ آپ نے بڑے زور دار الفاظ میں لکھا کہ:۔

"میں تیار ہوں کہ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ گورنمنٹ کی عدالت میں اقرار کرسکتا ہوں کہ جب میں (اس طرح کے حالفتہ) آسمانی فیصلہ سے مجرم ٹھہر جاؤں تو مجھے پھانسی دی جاسکے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ خدا نے میری پیشگوئی پوری کرکے دین اسلام کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے اپنے ہاتھ سے یہ فیصلہ کیا ہے۔ بس ہرگز ممکن نہیں ہوگا کہ میں پھانسی ملوں۔" (اشتہار ۵؍ اپریل ۱۸۹۷ء)

دوسری جگہ اپنے الہامات کے متعلق یقین کامل کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"یہ مکالمہ الٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے اگر میں ایک دم کے لئے بھی اس میں شک کروں تو کافر ہو جاؤں اور میری آخرت تباہ ہو جائے۔ وہ کلام جو مجھ پر خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے یقینی اور قطعی ہے اور جیسا کہ آفتاب اور اس کی روشنی کو دیکھ کر کوئی شخص شک نہیں کرسکتا کہ یہ آفتاب ہے اور اس کی روشنی ہے ایسا ہی میں اس کلام میں بھی شک نہیں کرسکتا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا ہے۔ اور میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر۔" (تجلیات الٰہیہ)

دوست غور کریں کہ یہ کس درجہ کا ایمان اور کیسا پختہ اور کیسا کامل یقین ہے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کفر و ایمان کی بازی لگاتے ہوئے پھانسی کے تختہ پر چڑھنے کے لئے تیار تھے۔ لاریب ایسا ایمان صرف اسی شخص کو حاصل ہوسکتا ہے جو اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھ رہا ہو اور اپنے کانوں سے اس کا کلام سنتا ہو۔ کوئی شخص اپنی سمجھ کی کمی یا اپنے تدبر کی کوتاہی یا اپنے تعصب کی فراوانی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماموریت کے دعوے میں شک کرسکتا ہے مگر کوئی ہوش و حواس رکھنے والا انسان اس بات میں شک نہیں کرسکتا کہ آپ کو اپنے خدا داد مشن کے متعلق کامل یقین تھا۔ ایک جلد باز انسان آپ کو دھوکا خوردہ خیال کرسکتا ہے جیسا کہ بعض بظاہر غیر متعصب مغربی مصنفین نے اپنی کوتہ بینی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خیال کیا ہے مگر کوئی شخص جس میں ابھی تک نورِ ضمیر کی تھوڑی سی روشنی بھی باقی ہے آپ کو دھوکا دینے والا قرار نہیں دے سکتا۔

(۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بے مثال محبت بلکہ عشق کا ذکر میری گذشتہ سال کی تقریر موسومہ "سیرۃ طیبہ" میں گذر چکا ہے۔ یہ حقیقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے عشق کا نتیجہ تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو تمام دوسرے نبیوں اور رسولوں کے ساتھ بھی غیر معمولی محبت تھی اور آپ اپنے عظیم الشان مقام کے باوجود ان سب کا بے حد ادب کرتے تھے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

ما ہمہ پیغمبراں را چاکریم ہمچو خاکے اوفتادہ بر درے
ہر رسولے کو طریقِ حق نمود جانِ ما قرباں براں حق پرورے

(براہین احمدیہ حصہ اوّل)

"یعنی میں ان تمام رسولوں اور نبیوں کا خدمت گذار ہوں جو دنیا میں خدا کا رستہ دکھانے کے لئے آتے رہے ہیں اور میں ان کے ساتھ اس طرح پیوستہ ہوں کہ جس طرح کہ ڈیوڑھی کی خاک مکان کے ساتھ پیوستہ ہوتی ہے۔ میری جان ان سب پرستارانِ خدا پر (خواہ وہ کسی ملک اور کسی زمانہ میں آئے ہوں) دلی محبت کے ساتھ قربان ہے کیونکہ وہ میری طرح میرے آسمانی آقا کے خادم ہیں۔"

اور چونکہ بعض ناواقف لوگوں کی طرف سے حضرت مسیح ناصریؑ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر خاص طور پر اعتراض کیا گیا تھا کہ آپ نے نعوذ باللہ حضرت عیسیٰؑ کی ہتک کی ہے اس لئے آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خاص طور پر فرمایا کہ:۔

"میں خدا سے وہ سچی محبت مسیح سے رکھتا ہوں جو تمہیں ہرگز حاصل نہیں۔ اور جس نور کے ساتھ میں اس سے شناخت کرتا ہوں تم ہرگز اُسے شناخت نہیں کرسکتے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ خدا کا ایک پیارا اور برگزیدہ نبی تھا۔" (دعوتِ حق مشمولہ حقیقۃ الوحی)

(۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور آپ کی آل و اولاد کے ساتھ بھی حضرت مسیح موعودؑ کو نہایت درجہ عقیدت تھی چنانچہ صحابہ کرام کے متعلق کس عقیدت سے اور کس دلی جوش و خروش کے ساتھ فرماتے ہیں:۔

"اِنَّ الصَّحَابَةَ كُلَّهُمْ كَذُكَاءٍ قَدْ نَوَّرُوْا وَجْهَ الْوَرٰى بِضِيَاءٍ
تَرَكُوْا أَقَارِبَهُمْ وَحُبَّ عِيَالِهِمْ جَاءُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَالْفُقَرَاءِ
ذُبِحُوْا وَمَا خَافُوا الْوَرٰى مِنْ صِدْقِهِمْ بَلْ آثَرُوا الرَّحْمٰنَ عِنْدَ بَلَاءٍ
تَحْتَ السُّيُوْفِ تَشَهَّدُوْا لِخُلُوْصِهِمْ شَهِدُوْا بِصِدْقِ الْقَلْبِ فِي الْأَمْلَاءِ
اَلصَّالِحُوْنَ الْخَاشِعُوْنَ لِرَبِّهِمْ اَلْبَائِتُوْنَ بِذِكْرِهٖ وَبُكَاءٍ
قَوْمٌ كِرَامٌ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَهُمْ كَانُوْا لِخَيْرِ الرُّسْلِ كَالْأَعْضَاءِ

(سر الخلافہ صفحہ ۶۷)

"یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ سورج کی طرح روشن تھے۔ انہوں نے ساری دنیا کو اپنے نور سے منور کردیا۔ انہوں نے صداقت کی خاطر اپنے رشتہ داروں کو اپنے اہل و عیال کی محبت تک کو خیرباد کہہ دیا۔ اور رسول اللہ کی آواز پر غریب درویشوں کی طرح بے گھر اور بے در ہو کر آپ کے ارد گرد جمع ہوگئے۔ وہ خدا کے رستہ میں برضا و رغبت ذبح کئے گئے انہوں نے سچائی کی خاطر دنیا کا ذرّہ بھر خوف نہیں کیا۔ بلکہ ہر امتحان اور ہر آزمائش کے وقت خدائے رحمان کے تعلق کو ترجیح دی۔ انہوں نے تلواروں کی جھنکار میں شہادت کے جام تلاش کئے۔ اور ہر مجلس میں صداقت کی گواہی کے لئے بے خوف و خطر تیار رہے۔ وہ نیک اور متقی اور صرف خدا سے ڈرنے والے لوگ تھے اور خدا کی یاد میں گریہ و زاری سے راتیں گذارتے تھے۔ وہ ایسی برگزیدہ جماعت تھی کہ ایمان و اخلاص کے لحاظ سے ہم ان میں کوئی فرق نہیں کرسکتے۔ وہ اپنے آقا کے ساتھ دائیں اور بائیں جسم کے اعضاء کی طرح لپٹے رہے اور نصرت اور اعانت اور قربانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔"

اسی طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق کس محبت کے ساتھ اور کن زور دار الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

"حسین رضی اللہ عنہ طاہر و مطہر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کی محبت الٰہی اور تقویٰ اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے ...... تباہ ہوگیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہوگیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔" (اشتہار "تبلیغ الحق" ۸؍ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

(۵)

اسلام کے گذشتہ مجددین کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بڑی غیرت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ لاہور میں ہمارے بڑے بھائی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے بچپن کے زمانہ میں جہانگیر کا شاندار مقبرہ دیکھنے کا شوق ظاہر کیا۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے نصیحت کے رنگ میں فرمایا:۔

"میاں، تم جہانگیر کا مقبرہ دیکھنے کے لئے بیشک جاؤ لیکن اس کی قبر پر نہ کھڑے ہونا کیونکہ اس نے ہمارے ایک بھائی حضرت مجدد الف ثانی رح

کی عینک کی نفی"۔ (روایات میاں عبدالعزیز صاحب مغل مرحوم)

تین سو سال سے زائد زمانہ گذر چکے پر بھی ایک مسلمان بادشاہ کے ایسے فعل پر جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے اسلامی تاریخ میں گویا ایک عام واقعہ ہے کیونکہ مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں ایسے کئی واقعات گذر چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس قدر غیرت ظاہر کرنا اور حضرت مجدد الف ثانی رح کے لئے بھائی جیسا پیارا لفظ استعمال کرنا اُس یگانگت اور محبت اور عقیدت کی ایک بہت روشن مثال ہے جو آپ کے دل میں اُمت محمدیہ کے صلحاء کے لئے موجزن تھی۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس ارشاد میں خود وضاحت فرما دی ہے۔ حضور کی اس ہدایت کا یہ مطلب نہیں تھا کہ کسی مسلمان کو جہانگیر کا مقبرہ نہیں دیکھنا چاہیئے۔ وہ ایک جاہ و جلال والا مسلمان بادشاہ تھا۔ اور ہمیں اپنے قومی اکابر اور بزرگوں بلکہ غیر قوموں کے بزرگوں کی بھی عزت کرنے کا حکم ہے۔ مگر چونکہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے بچوں کے دل میں غیر معمولی اسلامی غیرت اور صلحاء اُمت کا غیر معمولی ادب پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے آپؑ نے اس موقعہ پر اپنی اولاد کو ایک خاص نوعیت کی نصیحت کرنی مناسب خیال فرمائی۔

اس تعلق میں ایک اور دلچسپ روایت بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ عقیدہ تھا کہ مقتدی کے لئے نماز میں امام کے پیچھے بھی سورۃ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے۔ اور آپ اس کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے کیونکہ سورۃ فاتحہ قرآن عظیم کا خلاصہ ہے۔ اور قرآن سے آپ کو عشق تھا۔ ایک دفعہ آپ اپنی ایک مجلس میں بڑے زور کے ساتھ اپنے اس عقیدہ کا اظہار فرما رہے تھے کہ حاضرین مجلس میں سے کسی نے عرض کیا کہ حضور! کیا سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی؟ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے اس طرح رُک کر جیسے ایک چلتی ہوئی گاڑی کو یکلخت بریک لگ جاتی ہے جلدی سے فرمایا:-

"نہیں نہیں۔ ہم ایسا نہیں کہتے۔ کیونکہ حنفی فرقہ کے کثیر التعداد بزرگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نماز میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی تلاوت ضروری نہیں۔ اور ہم ہرگز یہ خیال نہیں کرتے کہ ان بزرگوں کی نماز نہیں ہوتی"

(سلسلہ احمدیہ و سیرت المہدی حصّہ دوم)

اس دلچسپ روایت سے جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کو بلکہ غیر از جماعت لوگوں کو بھی یہ لطیف سبق حاصل ہوتا ہے کہ اپنے عقیدہ پر قائم رہتے ہوئے بھی مختلف الخیال نیک لوگوں کا ادب ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ بزرگوں کا قول ہے اور یہ فقرہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک پر بھی کثرت کے ساتھ آتا تھا کہ:-

اَلطَّرِیْقَۃُ کُلُّھَا اَدَبٌ

"یعنی دین اور خوش اخلاقی کا سارا راستہ ادب کے میدان میں سے گزرتا ہے"۔

(۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صبر و استقلال بھی بے مثال نوعیت کا تھا۔ آپ کو اپنے خداداد مشن کی انجام دہی کے لئے جن غیر معمولی مشکلات میں سے گذرنا پڑا۔ اور جن خاردار جنگلوں اور جن پُرخطر وادیوں اور جن فلک بوس پہاڑوں کو طے کرنا پڑا وہ آپ کی زندگی کے ہر لمحہ میں ظاہر و عیاں ہیں۔ آپ کی طرف سے ماموریت کا دعویٰ ہوتے ہی مخالفت کا ایسا طوفان اُٹھا کہ الحفیظ والامان۔ یوں نظر آتا تھا کہ ایک چھوٹی سی کشتی میں ایک کمزور سا انسان اکیلا بیٹھا ہوا گویا اُسے ایک تنکے کے ساتھ چلا رہا ہے اور طوفان کا زور اُسے یوں اُٹھاتا اور گراتا ہے کہ جس طرح ایک تیز آندھی کے سامنے ایک کاغذ کا پُرزہ اِدھر اُدھر اُڑتا پھرتا ہے۔ مگر یہ شخص ہراساں نہیں ہوتا بلکہ خدا کی حمد کے گیت گاتا ہوا آگے ہی آگے بڑھتا جاتا ہے۔ اور اس کا دل اس یقین سے معمور ہے کہ خدا نے مجھے بھیجا ہے اور وہی میری حفاظت کرے گا۔ یہ وہ صبر و استقلال تھا جس پر آپ کے اشد ترین مخالف بھی پکار اُٹھے کہ مرزا صاحب صادق ہوں یا غیر صادق مگر اس میں کلام نہیں کہ وہ جس مشن کو لے کر اُٹھے تھے اُس پر اپنی زندگی کے آخری دم تک مضبوط چٹان کی طرح قائم رہے۔ چنانچہ آپ کی وفات پر ایک ہندو اخبار نے لکھا کہ:-

"مرزا صاحب اپنے آخری دم تک اپنے مقصد پر ڈٹے رہے اور ہزاروں مخالفتوں کے باوجود ذرا بھی لغزش نہیں کھائی"۔

(آریہ اخبار "اندر"۔ لاہور)

اسی طرح ایک عیسائی مصنف نے لکھا کہ:-

"مرزا صاحب کی اخلاقی جرأت جو انہوں نے اپنے مخالفوں کی طرف سے شدید مخالفت اور ایذارسانی کے مقابلہ میں دکھائی۔ یقیناً بہت قابلِ تعریف ہے"۔

(انگریزی رسالہ احمدیہ موومنٹ مصنفہ مسٹر والٹر ایم۔ اے۔ الخ)

اور ایک غیر احمدی مسلمان اخبار نے لکھا کہ:-

"مرزا مرحوم نے مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا رستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا"۔

(کرزن گزٹ دلی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ وصف جہاں ایک طرف آپ کے غیر معمولی صبر و استقلال پر شاہد ہے وہاں وہ اس بات کی بھی زبردست دلیل ہے کہ آپ کو اپنے بھیجنے والے خدا کی نصرت پر کامل بھروسہ تھا کہ جو پودا اُس نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے وہ اُسے ضائع نہیں ہونے دے گا۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:-

"اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر ✣ از باغباں بترس کہ من شاخِ مثمرم"

(ازالہ اوہام)

"یعنی اے وہ جو میری طرف غصہ سے بھرا ہوا سو خنجر لیکر بھاگا آتا ہے تو آسمانی باغبان سے ڈر کہ میں اُس کے اپنے ہاتھ کا لگایا ہوا پھل دینے والا پودا ہوں"۔

جماعت احمدیہ کے نوجوانوں اور مقامی جماعتوں کے امیروں اور انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کے عہدہ داروں اور سب سے بڑھ کر جماعت کے مبلغوں اور مربیوں اور مرکزی کارکنوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس غیر معمولی صبر و استقلال اور اس غیر معمولی عزم اور اس غیر معمولی توکل سے سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ اگر وہ بھی صبر و ثبات سے کام لیں گے اور خدا کے بندے بن کر رہیں گے اور اپنے آپ کو ثمردار پودے بنائیں گے تو خدا تعالیٰ ان کی بھی اسی طرح حفاظت کرے گا اور اُن کے لئے بھی اسی طرح غیرت دکھائے گا جس طرح کہ وہ ہمیشہ سے اپنے نیک بندوں کے لئے دکھاتا چلا آیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک پنجابی زبان میں الہام ہے اور کیا خوب الہام ہے۔ خدا تعالیٰ آپ سے مدرجہ محبت کے الفاظ میں مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ:-

"جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو"

(تذکرہ صفحہ ۱۷۱)

روحانیت کے میدان میں یہ زریں ارشاد انسان کے لئے سبق نمبر ایک کا حکم رکھتا ہے۔ کاش ہماری جماعت کے بوڑھے اور نوجوان عورتیں اور مرد اس حقیقت کو اپنا حرزِ جان بنائیں کہ خدا داری چہ غم داری۔

(۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں اطاعتِ رسولؐ کا بھی نہایت زبردست جذبہ تھا۔ اور آپ بظاہر چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اپنے آقا کی اتباع میں لذت پاتے اور اس کا غیر معمولی خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ میں اس موقعہ پر دو بظاہر بہت معمولی سے واقعات بیان کرتا ہوں۔ کیونکہ انسان کا کیریکٹر زیادہ چھوٹی باتوں میں ہی ظاہر ہوا کرتا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے جبکہ آپ مولوی کرم دین والے تکلیف دہ فوجداری مقدمہ کے تعلق میں گورداسپور تشریف لے گئے تھے اور وہ سخت گرمی کا موسم تھا اور رات کا وقت تھا۔ آپ کے آرام کے لئے مکان کی کھلی چھت پر چارپائی بچھائی گئی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سونے کی غرض سے چھت پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ چھت پر کوئی پردہ کی دیوار نہیں ہے۔ آپ نے ناراضگی کے لہجہ میں خدام سے فرمایا:-

"کیا آپ کو یہ بات معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے پردہ اور بے منڈیر کی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے"۔ (سیرۃ المہدی)

چونکہ اُس مکان میں کوئی اور مناسب صحن نہیں تھا آپ نے گرمی کی انتہائی شدت کے باوجود نیچے کے مسقف کمرے میں سونا پسند کیا مگر اس کھلی چھت پر نہیں سوئے۔ آپ کا یہ فعل اس وجہ سے نہیں تھا کہ پردہ کے بغیر چھت پر سونا خطرے کا موجب ہو سکتا ہے بلکہ اس خیال سے تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے۔

ایک اور موقعہ پر جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے کمرے میں تشریف فرما تھے اور اس وقت باہر سے آئے ہوئے کچھ مہمان بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے کہ کسی شخص نے دروازے پر دستک دی۔ اس پر حاضر الوقت لوگوں میں سے ایک شخص نے اُٹھ کر دروازہ کھولنا چاہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن صاحب کو اُٹھتے دیکھا تو جلدی سے اُٹھے اور فرمایا:-

"ٹھہریں ٹھہریں میں خود دروازہ کھولوں گا آپ مہمان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہیئے۔"
(سیرۃ المہدی حصہ اوّل)

یہ دونوں واقعات بظاہر بہت معمولی نوعیت کے ہیں مگر ان سے اُس غیر معمولی جذبۂ اطاعت پر زبردست روشنی پڑتی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں اپنے مطاع اور آقا اور محبوب کے لئے جاگزیں تھا۔ اور ایک قدرتی چشمہ کے طور پر ہر وقت پھوٹ پھوٹ کر بہتا رہتا تھا۔ آج کون ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایتوں کو ملحوظ رکھتا ہے؟

(۸)

حضرت مسیح موعود کی زندگی تکلّفات سے بالکل آزاد تھی۔ ہمارے ماموں جان یعنی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں قریباً بیس سال گذارے ہیں۔ اور وہ بڑے زیرک اور آنکھیں رکھنے والے بزرگ تھے۔ وہ مجھ سے اکثر بیان کرتے تھے کہ مجھے دُنیا میں بے شمار لوگوں سے واسطہ پڑا ہے۔ اور میں نے دنیا داروں اور دینداروں سب کو دیکھا اور سب کی صحبت اٹھائی ہے۔ مگر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی شخص "تکلّفات سے کلّی طور پر آزاد" نہیں دیکھا اور یہی اس عاجز کا بھی مشاہدہ ہے یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی زندگی ایک قدرتی چشمہ ہے جو اپنے ماحول کے تاثرات سے بالکل بے نیاز ہو کر طبعی بہاؤ میں بہتا چلا جاتا ہے۔ میں ایک بہت معمولی سی بات بیان کرتا ہوں۔ دنیا داروں بلکہ دین کے میدان میں پیروں اور سجادہ نشینوں تک میں عام طور پر یہ طریق ہے کہ اُن کی مجلسوں میں مختلف لوگوں کے لئے اُن کی حیثیت اور حالات کے لحاظ سے الگ الگ جگہ ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ مگر اپنے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں قطعاً ایسا کوئی امتیاز نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ کی مجلس میں ہر طبقہ کے لوگ آپ کے ساتھ اس طرح ملے جلے بیٹھتے تھے کہ جیسے ایک خاندان کے افراد گھر میں مل کر بیٹھتے ہیں۔ اور بسا اوقات اس بے تکلفانہ انداز کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ خود ہر دفعہ نئے جگہ پر بیٹھ جاتے تھے اور دوسرے لوگوں کو غیر شعوری طور پر اچھی جگہ مل جاتی تھی۔ بیسیوں مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ چارپائی کے سرہانے کی طرف کوئی دوسرا شخص بیٹھا ہوتا تھا اور پائنتی کی طرف حضرت مسیح موعودؑ ہوتے تھے۔ یا ننگی چارپائی پر آپ ہوتے تھے اور چادر وغیرہ والی چارپائی پر آپ کا کوئی مرید بیٹھا ہوتا تھا۔ یا اونچی جگہ پر کوئی مرید ہوتا تھا اور نیچی جگہ میں آپ ہوتے تھے۔ مجلس کی اس بے تکلفانہ صورت کی وجہ سے بعض اوقات ایک نو وارد کو دھوکا لگ جاتا تھا کہ حاضر مجلس لوگوں میں سے حضرت مسیح موعودؑ کون ہیں اور کس جگہ تشریف رکھتے ہیں مگر یہ ایک کمال ہے جو صرف خدا کے ماموروں کی جماعتوں میں ہی پایا جاتا ہے کہ اس بے تکلفی کے نتیجہ میں کسی قسم کی بے ادبی کا رنگ پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ ہر شخص کا دل آپ کی محبت اور ادب اور احترام کے انتہائی جذبات سے معمور رہتا تھا۔
(سیرۃ المہدی وسلسلہ احمدیہ و شمائل مصنفہ عرفانی صاحب)

(۹)

مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ شروع میں جب مہمانوں کی زیادہ کثرت نہیں تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحت بھی نسبتاً بہتر تھی آپ اکثر اوقات مہمانوں کے ساتھ اپنے مکان کے مردانہ حصہ میں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ اور کھانے کے دوران میں ہر قسم کی بے تکلفانہ گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ گویا ظاہری کھانے کے ساتھ علمی اور روحانی کھانے کا دسترخوان بھی بچھ جاتا تھا۔ ایسے موقعوں پر آپ عموماً ہر مہمان کا خود ذاتی طور پر خیال رکھتے تھے اور اس بات کی نگرانی فرماتے تھے کہ اگر کبھی دسترخوان پر ایک سے زیادہ کھانے ہوں تو ہر شخص کے سامنے دسترخوان کی ہر چیز پہونچ جائے۔ عموماً ہر مہمان کے متعلق دریافت فرماتے رہتے تھے کہ کسی خاص چیز مثلاً دودھ یا چائے یا لسی یا پان کی عادت تو نہیں۔ اور پھر حتی الوسع ہر ایک کے لئے اُس کی عادت کے موافق چیز مہیا فرماتے تھے۔ بعض اوقات اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ کسی مہمان کو اچار کا شوق ہے اور اچار دسترخوان پر نہیں ہوتا تھا تو خود کھانا کھاتے کھاتے اُٹھ کر اندرون خانہ تشریف لے جاتے اور اندر سے اچار لاکر ایسے مہمان کے سامنے رکھ دیتے تھے اور چونکہ آپ بہت تھوڑا کھانے کی وجہ سے جلد شکم سیر ہو جاتے تھے اسلئے سیر ہونے کے بعد بھی آپ روٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرّے کم کھا کر منہ میں ڈالتے رہتے تھے تاکہ کوئی مہمان اس خیال سے کہ آپ نے کھانا چھوڑ دیا ہے دسترخوان سے بھوکا ہی نہ اُٹھ جائے اللہ اللہ! کیا زمانہ تھا۔

اسی طرح جب کوئی خاص دوست آپ کی ملاقات کے بعد قادیان سے واپس جانے لگتا تھا تو بعض اوقات آپ ایک ایک میل یا دو دو میل تک اُسے رخصت کرنے کے لئے اُس کے ساتھ جاتے تھے اور بڑی محبت اور اکرام اور دُعا کے ساتھ رخصت فرماتے تھے۔ اور مہمانوں کے واپس جانے پر آپ کے دل کو اس طرح رنج پہنچتا تھا کہ گویا اپنا ایک قریبی عزیز رخصت ہو رہا ہے۔ چنانچہ مہمانوں کے ذکر میں فرماتے ہیں:۔

مہماں جو کرکے الفت آئے بصد محبت | دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت
پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقت رخصت | یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے | گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جدا ہے
شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہے | یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

(محمود کی آمین)

مہمان نوازی کے تعلق میں مولانا ابوالکلام آزاد کے بڑے بھائی مولانا ابوالنصر مرحوم کے قادیان جانے کا ذکر بھی اس جگہ بے موقعہ نہ ہوگا۔ وہ ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی ملاقات کے لئے قادیان تشریف لے گئے۔ بہت ذہین اور سمجھدار بزرگ تھے۔ قادیان سے واپس آکر انہوں نے اخبار "وکیل" امرتسر میں ایک مضمون لکھا جس میں مولانا ابوالنصر فرماتے ہیں کہ:۔

"میں نے کیا دیکھا؟ قادیان دیکھا، مرزا صاحب سے ملاقات کی اور اُن کا مہمان رہا۔ مرزا صاحب کے اخلاق اور توجہ کا مجھے شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ ... اکرام ضیف کی صفت خاص اشخاص تک محدود نہ تھی۔ چھوٹے سے لیکر بڑے تک ہر ایک نے بھائی کا سا سلوک کیا۔ ... مرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے۔ آنکھوں میں ایک خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے اور باتوں میں ملائمت ہے۔ طبیعت منکسر مگر حکومت خیز۔ مزاج ٹھنڈا مگر دلوں کو گرما دینے والا۔ بردباری کی شان نے انکساری کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے۔ گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے گویا متبسم ہیں۔ ... مرزا صاحب کے مریدوں میں میں نے بڑی عقیدت دیکھی اور انہیں بہت خوش اعتقاد پایا۔ ... مرزا صاحب کی وسیع الاخلاقی کا یہ ادنیٰ نمونہ ہے کہ اثنائے قیام کی متواتر نوازشوں پر بایں الفاظ مجھے مشکور ہونے کا موقعہ دیا کہ ہم آپ کو اس وعدہ پر واپس جانے کی اجازت دیتے ہیں کہ آپ پھر آئیں اور کم از کم دو ہفتہ قیام کریں۔ ... میں جس شوق کو لیکر گیا تھا وہ ساتھ لایا اور شاید وہی شوق مجھے دوبارہ لے جائے۔"

(اخبار "وکیل" امرتسر بحوالہ "شمائل" مصنفہ حضرت عرفانی صاحب)

قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد یعنی ہمارے دادا صاحب کے زمانہ کا ایک پھلدار باغ تھا جس میں مختلف قسم کے ثمردار درخت تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ طریق تھا کہ جب پھل کا موسم آتا تو اپنے مقیم دوستوں اور مہمانوں کو ساتھ لے کر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور موسم کا پھل اُتروا کر سب کے ساتھ مل کر بے تکلفی سے نوش فرماتے تھے۔ اس وقت یوں نظر آتا تھا کہ گویا ایک مشفق باپ کے ارد گرد اس کے معصوم بچے گھیرا ڈالے بیٹھے ہیں۔ مگر اس مجلس میں بھی علم و عرفان کا چشمہ جاری رہتا تھا اور عام بے تکلفی کی باتیں بھی ہوتی تھیں۔ اور خدا اور رسولؐ کا ذکر تو حضرت مسیح موعودؑ کی ہر مجلس کا مرکزی نقطہ ہوا کرتا تھا۔ (سلسلہ احمدیہ)

(۱۰)

مہمانوں کے ذکر کی ذیل میں ایک نہایت دردناک واقعہ کا خیال آگیا ہے جس کے ذکر سے میں اس وقت رُک نہیں سکتا۔ افغانستان کے علاقہ خوست میں ایک نہایت درجہ بزرگ عالم رہتے تھے۔ جو ریاست کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اور افغانستان میں اُن کے علم اور نیکی اور شرافت اور خاندانی وجاہت کی وجہ سے اُن کا اتنا اثر تھا کہ کابل میں امیر حبیب اللہ خاں کی تاجپوشی کی رسم انہوں نے ہی ادا کی تھی۔ اُن کا نام صاحبزادہ مولوی سید عبد اللطیفؒ صاحب تھا۔ صاحبزادہ صاحب نے جب یہ سُنا کہ قادیان میں ایک شخص نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو وہ تلاش حق کے لئے کابل سے قادیان تشریف لائے اور حضرت مسیح موعودؑ کی ملاقات سے مشرف ہوئے اور چونکہ صحیح فراست اور نیک فطرت رکھتے تھے۔ اُنہوں نے آتے ہی سمجھ لیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ سچا ہے اور بیعت میں داخل ہو گئے۔ چند ماہ کے قیام کے بعد جب وہ وطن واپس جانے لگے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے طریق کے مطابق اُنہیں رخصت کرنے کے لئے کافی دور تک بٹالہ کے رستہ پر اُن کے ساتھ گئے۔ اور جب جدائی کا آخری وقت آیا تو صاحبزادہ صاحبؒ غم میں اتنے مغلوب تھے کہ زار زار روتے ہوئے حضرت

مسیح موعودؑ کے قدموں میں گر گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اُن کو بڑی مشکل سے یہ فرماتے ہوئے زمین سے اٹھایا کہ الا مر فوق الادب۔ اُس وقت صاحبزادہ صاحبؓ نے بڑی رقت کے ساتھ عرض کیا:۔

"حضرت! میرا دل کہتا ہے کہ میری موت کا وقت آگیا ہے اور میں اس زندگی میں آپ کا مبارک چہرہ پھر نہیں دیکھ سکوں گا۔"

(سیرۃ المہدی روایت ۴۲۶ و شمائل مصنفہ حضرت عرفانی صاحب)

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کابل پہونچنے پر امیر حبیب اللہ خاں نے کابل کے ملاؤں کے فتویٰ کے مطابق اُن کو اوّلاً بار بار توبہ کرنے کے لئے کہا اور سخت ترین سزا کی دھمکی کے علاوہ طرح طرح کے لالچ بھی دیئے مگر جب اُنہوں نے سختی سے انکار کیا اور ہر دفعہ یہی فرمایا کہ جس چیز کو میں نے حق سمجھ کر خدا کی خاطر قبول کیا ہے اُسے کبھی نہیں چھوڑوں گا تو پھر اُن کو ایک میدان میں کمر تک زمین میں گاڑ کر اُن پر پتھروں کی بے پناہ بارش برسائی۔ حتیٰ کہ اس عاشق الٰہی کی روح اپنے آسمانی آقا کے حضور حاضر ہو گئی۔ اور انسان پر انسان کے ظلم اور مذہب میں بدترین تشدد کا یہ خونیں ڈرامہ ختم ہوا۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کو صاحبزادہ صاحبؓ کی شہادت کی خبر پہونچی تو آپ نے بڑے درد کے ساتھ لکھا کہ:۔

"اے عبد اللطیف! تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔ جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے .... اے کابل کی زمین! تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا..... تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے۔"

(تذکرۃ الشہادتین)

(۱۱)

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی بھاری غرض و غایت اسلام کی خدمت اور توحید کا قیام تھا اور اس زمانہ میں حقیقی توحید کا سب سے زیادہ مقابلہ مسیحیت کے ساتھ ہے جو توحید کی آڑ میں خطرناک شرک کی تعلیم دیتی اور حضرت مسیح ناصری کو نعوذ باللہ خدا کا بیٹا قرار دے کر حضرت احدیت کے پہلو میں بٹھاتی ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کو عیسائیت کے خلاف بڑا جوش تھا۔ اور ویسے بھی آپ کے منصب مسیحیت کا بڑا کام حدیثوں میں کسر صلیب ہی بیان ہوا ہے۔ اس لئے آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر بہت زیادہ زور دیتے تھے کیونکہ صرف اس ایک بات کے ثابت ہونے سے ہی عیسائیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یعنی وفات مسیح کے نتیجہ میں نہ تو الوہیت مسیح باقی رہتی ہے اور نہ تثلیث کا نام و نشان قائم رہتا ہے اور نہ کفارہ کا مسئلہ اپنی پوری ٹانگوں پر کھڑا رہ سکتا ہے۔ بیشک وفات مسیح ناصری کا عقیدہ طبعاً حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی صداقت کے ثبوت کے لئے بھی ایک پہلا زینہ ہے۔ مگر اس مسئلہ کی اصل اہمیت جس کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ اس پر زیادہ زور دیتے تھے۔ وہ موجودہ مسیحیت کے کھنڈن سے تعلق رکھتی ہے۔ چنانچہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"تم مسیح کو مرنے دو کہ اسی میں اسلام کی زندگی ہے۔"

(الحکم ۱۴ اگست ۱۹۰۸ء)

کاش ہمارے دوسرے مسلمان بھائی اس نکتہ کو سمجھ کر کم از کم مسیحیت کے مقابلہ پر تو ہمارے ہمنوا ہو جائیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے کو ماننا یا نہ ماننا دوسری بات ہے۔

مسیحیت کے باطل عقائد اور اس زمانہ میں ان عقائد کے عالمگیر انتشار کا حضرت مسیح موعودؑ کے دل پر اتنا بوجھ تھا کہ آپ ایک جگہ درد و کرب سے بیقرار ہو کر بڑے جلال سے فرماتے ہیں کہ:۔

"میں ہر دم اس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے۔ میرا دل مُردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے اور میری جان عجیب تنگی میں ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کونسا دلی درد کا مقام ہوگا کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا ہے۔ اور ایک مشت خاک کو رب العالمین سمجھا گیا ہے۔ میں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر توانا خدا مجھے تسلی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے .... وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا .... وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا ..... تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی کہ خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں۔ مگر مسیح ایک اور بھی ہے جو اس وقت بول رہا ہے۔ خدا کی غیرت دکھلا رہی ہے کہ اس کا کوئی ثانی نہیں مگر انسان کا ثانی موجود ہے۔" (اشتہار ۱۴ر جنوری ۱۸۹۷ء)

(۱۲)

اسی تعلق میں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ ایک دلچسپ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک کمرہ میں بیٹھے تھے اور حضور کوئی تصنیف فرما رہے تھے کہ کسی شخص نے بڑے زور سے دروازہ پر دستک دی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے مفتی صاحبؓ سے فرمایا کہ دروازہ پر جا کر معلوم کریں کہ کون ہے اور کیا پیغام لایا ہے۔ مفتی صاحبؓ نے دروازہ کھولا تو دستک دینے والے صاحب نے بتایا کہ مجھے مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے بھجوایا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خوشخبری سناؤں کہ فلاں شہر میں ایک غیر احمدی مولوی کے ساتھ مولوی صاحب کا مناظرہ ہوا ہے اور مولوی صاحب نے اسے مناظرہ میں شکست فاش دی ہے۔ اور بہت رگیدا اور بالکل لاجواب کر دیا۔ مفتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں یہ بات پہنچائی تو حضورؑ نے مسکرا کر فرمایا:۔

"میں اس زور دار دستک سے سمجھا تھا کہ یورپ مسلمان ہو گیا ہے اور یہ اُس کی خبر لائے ہیں۔"

(سیرۃ المہدی روایت ۳۰۲ و ذکر حبیبؑ مرتبہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ)

یہ تو ایک لطیفہ کی بات تھی مگر اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یورپ کے مسلمان ہونے کا اتنا خیال تھا کہ آپ اپنے لئے حقیقی خوشی صرف اس بات میں سمجھتے تھے کہ مسیحیت کا بُت ٹوٹے اور یورپ اسلام کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو جائے۔ اسی زبردست جذبہ بلکہ خدائی القاء کے ماتحت اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں:۔

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملّت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

آسماں سے ہے چلی توحید خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو مُنہ کریں بک بک ہزار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

میں اس موقعہ پر یورپ اور امریکہ اور افریقہ کے احمدی مبلغوں سے کہتا ہوں کہ یہ نہ سمجھو کہ چونکہ غیر احمدی مسلمانوں نے وفات و حیاتِ مسیح کی بحث کا میدان چھوڑ دیا ہے اسلئے یہ بحث اب ختم ہو گئی ہے۔ یہ بحث اُس وقت تک ختم نہیں ہو سکتی جب تک کہ مسیحیت اپنے موجودہ عقائد کے ساتھ زندہ ہے۔ پس چاہیئے کہ قرآن سے اور حدیث سے اور تاریخ سے اور مسیحی صحیفوں سے اور قدیم کتبات سے اور مدفون گنجینوں سے اور عقلی دلائل سے خدا کی نصرت چاہتے ہوئے مسیح کو فوت شدہ ثابت کرنے کے پیچھے لگے رہو۔ تاوقتیکہ مسیح جو حقیقۃً فوت ہو چکا ہے یورپ اور امریکہ اور دوسری عیسائی قوموں کی نظروں میں بھی فوت شدہ ثابت ہو جائے اور اسلام اور مقدس بانیٔ اسلام کے نام کا بول بالا ہو۔ اور یقین رکھو کہ بالآخر یہ ہو کر رہے گا کیونکہ:۔

"قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا"

(۱۳)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ ہی روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"ہمارے بڑے اصول دو ہیں۔ اوّل خدا کے ساتھ تعلق صاف رکھنا اور دوسرے اُس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا۔" (ذکر حبیبؑ صفحہ ۱۸۰)

آپ کی ساری زندگی انہی دو اصولوں کے اردگرد چکر لگاتی تھی۔ آپ نے خدا کی توحید کو قائم کرنے اور خالق و مخلوق کے تعلق کو بہتر بنانے میں اپنی انتہائی

کی بخشش صرف کی اور اس کے لئے اپنی تمام طاقتوں کو وقف کر دیا۔ آپ اوقات فرمایا کرتے تھے کہ دوسرے مذاہب تو خدا کے حقیقی تصور سے ہی بیگانہ ہیں اور کئی قسم کی مشرکانہ باتوں میں پھنس کر اپنی روحانیت کو ختم کر چکے ہیں۔ مگر مسلمان کہلانے والے بھی موجودہ زمانہ کے مادی ماحول کی تاریکیوں میں بھٹک کر خدا کو بھول چکے ہیں۔ اور اس کی عظیم الشان طاقتوں سے ناآشنا ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ خدا ایک زندہ حیّ و قیوم قادر و متصرف ہستی ہے جو اپنے سچے پرستاروں کے ساتھ دوستانہ اور مربیانہ تعلق رکھتا ہے۔ وہ اُن کی باتوں کو سنتا اور اپنے شیریں کلام سے اُن کو مشرف کرتا اور تکلیف اور مصیبت کے وقت اُن کی مدد فرماتا ہے۔ چنانچہ اس پاک گروہ کا ذکر کرتے ہوئے جس میں آپ خود بھی شامل تھے فرماتے ہیں :۔

اُن سے خدا کے کام سبھی معجزانہ ہیں
یہ اس لئے کہ عاشقِ یارِ یگانہ ہیں
اُن کو خدا نے غیروں سے بخشا ہے امتیاز
اُن کے لئے نشاں کو دکھاتا ہے کارساز
جب دشمنوں کے ہاتھ سے وہ تنگ آتے ہیں
جب بدشعار لوگ اُنہیں کچھ ستاتے ہیں
جب اُنکے مارنے کے لئے چال چلتے ہیں
جب اُن سے جنگ کرنے کو باہر نکلتے ہیں
تب وہ خدائے پاک نشاں کو دکھاتا ہے
غیروں پہ اپنا رُعب نشاں سے جماتا ہے
کہتا ہے یہ تو بندۂ عالی جناب ہے
مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف دشمنوں نے سنگین مقدمات بنائے۔ آپ کو قتل کرنے اور کرانے کی سازشیں کیں۔ حکومت کو آپ کے خلاف اُکسا کر آپ پر عرصۂ عافیت تنگ کرنے کی سکیمیں بنائیں۔ آپ کی ترقی اور غلبہ کی پیشگوئیوں کے اثر کو مٹانے کے لئے آپ کے متعلق بالمقابل ہلاکت کی پیش خبریاں سنائیں۔ آپ کو اپنے خداداد مشن میں ناکام بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ آپ کے ماننے والوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے۔ مگر ہر مصیبت کے وقت آپ کا اور آپ کی جماعت کا قدم خدا کے فضل و نصرت سے آگے سے آگے ہی بڑھتا چلا گیا۔ خدا کی غائبانہ مدد کوئی مادی چیز نہیں جو ٹٹولنے سے محسوس کی جا سکے۔ وہ ایک نور اور اتحاد کی کرن ہے جو ابتداء میں صرف روحانی آنکھ رکھنے والوں کو نظر آیا کرتی ہے۔ اسی خدائی نصرت کو یاد کر کے حضرت مسیح موعودؑ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ اور کس شکر گذاری کے جذبہ سے فرماتے ہیں کہ :۔

مجھ پر ہر اک نے وار کیا اپنے رنگ میں ؛ آخر ذلیل ہو گئے انجامِ جنگ میں
اک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا ؛ میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

قطرہ سے دریا بننے کا ایک نظارہ تو اس جلسہ میں بھی نظر آ رہا ہے کہ ۷۵ کی قلیل تعداد سے شروع ہو کر اب ہمارے جلسہ میں حاضرین کی تعداد خدا کے فضل سے پچھتر ہزار تک پہونچ گئی ہے۔ اور ثریا کا روحانی نظارہ بھی انشاء اللہ اقوامِ عالم کی ہدایت کے ذریعہ دُنیا اپنے وقت پر دیکھ لے گی۔

(۱۴)

ریاست کپورتھلہ کا ایک بڑا عجیب واقعہ ہے۔ وہاں ایک مختصر مگر نہایت درجہ مخلص جماعت تھی جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عشق تھا اور حضور بھی ان فدائی دوستوں کے ساتھ بڑی محبت رکھتے تھے۔ جیسا کہ اور کئی دوسرے شہروں میں ہوا ہے۔ کپورتھلہ کے بعض غیر احمدی مخالفوں نے کپورتھلہ کی احمدی مسجد پر قبضہ کر کے مقامی احمدیوں کو بے دخل کرنے کی کوشش کی۔ بالآخر یہ مقدمہ عدالت میں پہنچا۔ اور کافی دیر تک چلتا رہا۔ کپورتھلہ کے دوست بہت فکرمند تھے اور گھبرا گھبرا کر حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ان دوستوں کے فکر اور اخلاص سے متاثر ہو کر ایک دن اُن کی دعا کی درخواست پر غیرت کے ساتھ فرمایا :۔

"گھبراؤ نہیں۔ اگر میں سچا ہوں تو یہ مسجد تمہیں مل کر رہے گی۔"

(اصحاب احمد جلد ۴)

مگر عدالت کی نیت خراب تھی اور جج کا رویہ بدستور مخالفانہ رہا۔ آخر اُس نے مقدمہ کا فیصلہ لکھا اور احمدیوں کے خلاف ڈگری دی۔ مگر ابھی اس نے فیصلہ پر دستخط نہیں کئے تھے اور خیال تھا کہ عدالت میں جا کر دستخط کروں گا۔ اُس وقت اُس نے اپنی کوٹھی کے برآمدہ میں بیٹھ کر نوکر سے بُوٹ پہنانے کو کہا۔ نوکر بوٹ پہنا ہی رہا تھا کہ جج پر اچانک دل کا حملہ ہوا اور وہ چند لمحوں میں ہی ختم ہو گیا۔ اُس کی جگہ جو دوسرا جج آیا اُس نے مسل دیکھ کر احمدیوں کو حق پر پایا اور مسجد احمدیوں کو دلا

دعا۔ یہ اسی قسم کا غیر معمولی نشانِ رحمت ہے جس سے قومیں زندہ ہوتی اور روحانیت کا کبھی نہ بھولنے والا سبق حاصل کرتی ہیں۔ کپورتھلہ کی یہ جماعت وہی فدائی جماعت ہے جس کے ایمان اور اخلاص کو دیکھ کر ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ :۔

"میں امید کرتا ہوں کہ کپورتھلہ کی جماعت جس طرح اس دُنیا میں میرے ساتھ رہی ہے اُسی طرح آخرت میں بھی میرے ساتھ ہوگی۔"

(سیرۃ المہدی روایت ۹۷ نیز اصحاب احمد ذکر حضرت منشی ظفر احمد صاحب مرحوم)

(۱۵)

قادیان میں ایک لڑکا حیدرآباد دکن سے تعلیم کے لئے آیا تھا۔ اُس کا نام عبد الکریم تھا اور وہ ایک نیک اور شریف لڑکا تھا۔ اتفاق سے اُسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں دیوانے کتے نے کاٹ لیا۔ چونکہ انبیاء کرام کی سنت کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کا یہ طریق تھا کہ دعا کے ساتھ ساتھ ظاہری تدبیر بھی اختیار فرماتے تھے۔ اور بعض نام نہاد صوفیوں کی طرح جھوٹے توکل کے قائل نہیں تھے۔ آپ نے اس لڑکے کو کسولی پہاڑ پر علاج کے لئے بھجوایا۔ اور وہ اپنے علاج کو پورا کر کے قادیان واپس آ گیا اور بظاہر اچھا ہو گیا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد اس میں اچانک مخصوص بیماری یعنی ہائیڈروفوبیا[1] کے آثار ظاہر ہو گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اُس کے لئے دعا فرمائی اور ساتھ ہی مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر کو حکم دیا کہ کسولی کے ڈاکٹر کو تار دے کر عبد الکریم کی حالت بتائی جائے۔ اور علاج کے متعلق مشورہ پوچھا جائے۔ کسولی سے تار کے ذریعہ جواب آیا کہ :۔

ساری نتھنگ کین بی ڈن فار عبد الکریم[2]

"یعنی افسوس کہ بیماری کے حملہ کے بعد عبد الکریم کا کوئی علاج نہیں۔"

اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ :۔

"اُن کے پاس علاج نہیں۔ مگر خُدا کے پاس تو علاج ہے۔"

چنانچہ حضورؑ نے بڑے درد کے ساتھ اس بچے کی شفایابی کے لئے دُعا فرمائی اور ظاہری علاج کے طور پر خدائی القاء کے ماتحت کچھ دوا بھی دی۔ خدا کی قدرت سے یہ بچہ حضور کی دعا سے بالکل تندرست ہو گیا یوں کہو کہ مُردہ زندہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد وہ کافی لمبی عمر پا کر فوت ہوا۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۸)

اس واقعہ کے تعلق میں ایک اور ضمنی واقعہ بھی دلچسپ اور قابلِ ذکر ہے۔ میجر سید حبیب اللہ شاہ صاحب مرحوم جب لاہور میڈیکل کالج میں پڑھتے تھے اور کلاس میں ہائیڈروفوبیا کی بیماری کا ذکر آیا تو حبیب اللہ شاہ مرحوم نے اپنے ایک ہم جماعت طالب علم سے عبد الکریم کا واقعہ بیان کیا۔ اُن کے کلاس فیلو نے ہنس کر اُن سے کہا کہ یہ کوئی بات نہیں۔ ہائیڈروفوبیا کا علاج بھی ہو سکتا ہے۔ سید حبیب اللہ شاہ صاحب نے دوسرے دن اپنے کلاس فیلو کا نام لینے کے بغیر مگر اُس کے سامنے انگریز پروفیسر سے پوچھا کہ اگر کسی شخص کو دیوانہ کتا کاٹ لے اور اس کے نتیجہ میں اُسے بیماری کا حملہ ہو جائے۔ تو کیا اُس کا بھی کوئی علاج ہے؟ پروفیسر صاحب نے چھٹتے ہی جواب دیا کہ :۔

نتھنگ آن ارتھ کین سیو ہم۔[3]

"یعنی اُسے دُنیا کی کوئی طاقت بچا نہیں سکتی۔"

اس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ معجزہ کے یہ معنے نہیں کہ کبھی زمانہ اور کسی قسم کے حالات میں بھی کوئی انسان اس جیسا کام نہ کر سکے یا اس جیسی چیز نہ لا سکے۔ بلکہ اگر ایک مخصوص زمانہ میں کوئی چیز ناممکن سمجھی جاتی ہے۔ اور اُس زمانہ کا کوئی انسان اس پر قادر نہیں اور وہ اس وقت تک کے حالات کے ماتحت بشری طاقت سے بالا خیال کی جاتی ہے۔ تو اگر ایسی بات کوئی مامور من اللہ اپنی دعا اور روحانی توجہ کے ذریعہ کر گذرے تو وہ یقیناً معجزہ سمجھی جائے گی۔ خواہ بعد کے کسی زمانہ میں وہ چیز دُنیا کے لئے ممکن ہی ہو جائے۔ مثلاً بیماریوں کے علاج کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :۔

لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ اِلَّا الْمَوْتَ۔ (مسند احمد)

(یعنی خواہ لوگوں کو معلوم ہو یا نہ ہو خدا نے ہر بیماری کے لئے نیچر میں کوئی نہ کوئی علاج مقرر کر رکھا ہے۔ ہاں جب کسی کی موت کا مقدّر وقت آ جائے تو وہ اٹل ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔"

پس اگر آئندہ چل کر مرض ہائیڈروفوبیا کا کوئی علاج دریافت ہو جائے تو پھر بھی۔۔

[1] Hydrophobia

[2] Sorry! Nothing can be done for Abdul Karim

[3] Nothing on earth can save him!!

حضرت مسیح موعودؑ کے اس معجزہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اپنے زمانہ کے لحاظ سے واقعی ایک معجزہ تھا جس کا جواب لانے سے لئے اُس وقت دنیا عاجز تھی۔ اس کے مقابل پر بعض معجزات ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہر زمانہ میں دُنیا کو عاجز کر دینے کی صفت میں لاجواب رہتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید کے ظاہری اور معنوی کمالات کا معجزہ۔ اقتداری پیشگوئیوں کا معجزہ۔ بالمقابل دعا کی قبولیت کا معجزہ۔ ہر حال میں رسولوں کے غلبہ کا معجزہ۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا نے یہ دونوں قسم کے معجزے عطا فرمائے۔

(۱۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آریہ قوم کی دشمنی سب کو معلوم ہے۔

اس قوم کا ایک فرد قادیان میں رہتا تھا جس کا نام لالہ شرم پت تھا۔ لالہ صاحب حضرت مسیح موعودؑ سے اکثر ملتے رہتے تھے۔ اور آپ کی بہت سی پیشگوئیوں کے گواہ تھے۔ مگر جب بھی حضرت مسیح موعودؑ نے ان کو شہادت کے لئے بلایا انہوں نے پہلوتہی کی۔ یعنی نہ تو اقرار کی جرأت کی اور نہ انکار کی ہمت پائی۔ مگر کٹر آریہ ہونے کے باوجود حضرت مسیح موعودؑ ان کا بہت خیال رکھتے تھے اور بڑی ہمدردی فرماتے تھے۔ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی مرحومؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ لالہ شرم پت صاحب بہت بیمار ہو گئے اور اُن کے پیٹ پر ایک خطرناک قسم کا پھوڑا نکل آیا اور وہ سخت گھبرا گئے اور اپنی زندگی سے مایوس ہونے لگے۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کو اُن کی بیماری کا علم ہوا تو حضور خود اُن کی عیادت کے لئے اُن کے تنگ و تاریک مکان پر تشریف لے گئے اور انہیں تسلی دی اور اُن کے علاج کے لئے اپنے ڈاکٹر کو مقرر کر دیا کہ وہ لالہ صاحب کا باقاعدگی سے ساتھ علاج کریں۔ ان ڈاکٹر صاحب کا نام ڈاکٹر محمد عبداللہ تھا اور قادیان میں اُس وقت وہی اکیلے ڈاکٹر تھے۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ ہر روز لالہ صاحب کی عیادت کے لئے اُن کے مکان پر تشریف لے جاتے رہے۔ اُن ایام میں لالہ شرم پت صاحب کی گھبراہٹ کی یہ حالت تھی کہ اسلام کا دشمن ہونے کے باوجود جب بھی حضور اُن کے پاس جاتے تھے وہ حضورؑ سے عرض کیا کرتے تھے کہ "حضرت جی میرے لئے دعا کریں"۔ اور حضرت مسیح موعودؑ ہمیشہ اُن کو تسلی دیتے تھے اور دُعا بھی فرماتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ عیادت اُس وقت تک جاری رہی کہ لالہ صاحب بالکل صحت یاب ہو گئے۔

(شمائل حضرت مسیح موعودؑ۔ مصنفہ عرفانی صاحب)

دوست غور کریں کہ اس سے بڑھ کر ایک دشمن قوم کے فرد کے ساتھ رواداری اور ہمدردی اور دلداری کا سلوک کیا ہو سکتا ہے؟

(۱۷)

قادیان کے آریوں کا ایک اور واقعہ بھی بڑا دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے مطابق پنڈت لیکھرام کی موت واقع ہوئی تو آریہ قوم کی مخالفت اور بھی تیز ہو گئی۔ اور قادیان کے آریوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ایک اخبار نکالنا شروع کیا جس کا نام شبھ چنتک تھا۔ یہ اخبار جو تین کٹر آریہ سومراج اور اچھر چند اور بھگت رام باہم مل کر نکالتے تھے حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ کے خلاف گندے اعتراضوں اور گالیوں اور افتراؤں سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس پر ایک رسالہ "قادیان کے آریہ اور ہم" کے نام سے لکھا اور ان لوگوں کو شرافت اور انصاف کی تلقین کی اور کذب بیانی اور افترا پردازیوں سے باز رہنے کی نصیحت فرمائی۔ مگر ان کی روش میں فرق نہ آیا۔ انہی دنوں کے قریب قادیان میں طاعون کی وبا پھوٹی اور حضرت مسیح موعودؑ نے خدا سے علم پا کر پیشگوئی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مجھے طاعون سے محفوظ رکھے گا۔ اسی طرح میرے گھر کے اندر رہنے والے لوگ بھی طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ اس بارے میں خدائی وحی کے الفاظ یہ تھے کہ:-

إِنِّي أُحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِي الدَّارِ (کشتی نوح)

"یعنی میں زمین و آسمان کا خدا ہوں۔ تیری اور تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر رہنے والے تمام لوگوں کی طاعون سے حفاظت کروں گا۔"

مگر خدا بُرا کرے تعصب کا کہ وہ انسانوں کی آنکھوں پر عداوت کی پٹی باندھ کر انہیں اندھا کر دیتا ہے۔ چنانچہ جب اخبار شبھ چنتک کے ایڈیٹر اور مینیجر وغیرہ نے یہ پیشگوئی سنی تو غرور میں آ کر اور جوش عداوت میں اندھے ہو کر اچھر چند مینیجر اخبار شبھ چنتک نے کہا: "یہ بھی کوئی پیشگوئی ہے میں کہتا ہوں کہ میں بھی طاعون سے محفوظ رہوں گا" اس کے چند دن بعد ہی قادیان میں طاعون نے زور پکڑا اور اخبار شبھ چنتک کے سارے رکن اس موذی مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اور جب اُن میں سے اچھر چند جس نے یہ بڑا بول بولا تھا اور اس کا ساتھی بھگت رام مر گئے اور سومراج ایڈیٹر شبھ چنتک ابھی بیمار پڑا تھا تو اس نے گھبرا کر قادیان کے ایک قابل احمدی حکیم مولوی عبیداللہ صاحب بسمل مرحوم کو کہلا بھیجا کہ میں بیمار ہوں آپ مہربانی فرما کر میرا علاج کریں۔ مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھ کر پوچھا کہ سومراج ایڈیٹر شبھ چنتک طاعون سے بیمار ہے اور اس نے مجھ سے علاج کرنے کے لئے درخواست کی ہے۔ حضور کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ نے جواب میں فرمایا:-

"آپ علاج ضرور کریں کیونکہ انسانی ہمدردی کا تقاضا ہے۔ مگر میں آپ کو بتلائے دیتا ہوں کہ یہ شخص بچے گا نہیں"

چنانچہ بسمل صاحب کے ہمدردانہ علاج کے باوجود سومراج اُسی شام گویا اگلے دن مر کر اپنے بدنصیب ساتھیوں سے جا ملا۔

(الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۷ء بشمول روایت مرزا اسلام اللہ بیگ صاحب)

اس عجیب وغریب واقعہ میں دو عظیم الشان سبق ہیں۔ ایک سبق حضرت مسیح موعود کی غیر معمولی انسانی ہمدردی کا ہے کہ اپنے اشد ترین مخالف اور بدترین دشمن کے علاج کے لئے اپنے مُرید کو ہدایت فرمائی۔ اور دوسرا سبق خدائی غیرت کا ہے کہ اُدھر ان لوگوں نے حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی پر ہنسی اُڑائی بلکہ اُن میں سے ایک نے آپ کے مقابل پر ازراہِ افترا ایک جھوٹی پیشگوئی کا بھی اعلان کیا اور اُدھر خدا نے فوراً اُن سب کو طاعون میں مبتلا کر کے ایک دو دن میں ہی اُن کا خاتمہ کر دیا۔ اور خدا کا یہ شاندار وعدہ بڑی آب و تاب کے ساتھ پورا ہوا کہ:-

كَتَبَ اللّٰهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي

(سورۃ مجادلہ آیت ۲۲)

"یعنی خدا نے یہ بات مقدر کر رکھی ہے کہ میں اور میرے رسول ہمیشہ اپنے مخالفوں کے مقابل پر غالب آئیں گے"

(۱۸)

لیکن اس عجیب وغریب دوہرے سین کے باوجود ایک طرف انتہائی مخالفت کا نظارہ ہے اور دوسری طرف انتہائی غلبہ کا منظر ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ہر قوم کے لئے صلح و آشتی کا ہاتھ بڑھایا اور ہر مذہب و ملت کے بانی کو انتہائی عزت و اکرام سے یاد کیا۔ بلکہ آپ نے عالمگیر امن اور صلح کی بنیاد رکھتے ہوئے قرآن مجید سے یہ زریں اصول استدلال کر کے پیش کیا کہ چونکہ خدا ساری دنیا کا خدا ہے۔ اس لئے اُس نے کسی قوم سے بھی سوتیلے بیٹوں والا سلوک نہیں کیا۔ بلکہ ہر قوم کی طرف رسول بھیجے اور ہر طبقہ کی ہدایت کا سامان مہیا کیا۔ چنانچہ قرآن واضح الفاظ میں فرماتا ہے کہ:-

وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (سورۃ فاطر آیت ۲۴)

"یعنی دنیا کی کوئی قوم بھی ایسی نہیں جس کی طرف خدا نے کوئی مصلح نہ بھیجا ہو"

لیکن خدا کی وحدانیت کا یہ تقاضا تھا کہ جب مختلف قوموں میں ترقی کا شعور پیدا ہو جائے اور اُن کے دماغی قویٰ پختگی حاصل کرنے لگیں اور ایک عالمگیر شریعت کو سمجھنے اور قبول کرنے کی صلاحیت کا زمانہ آجائے۔ اور دنیا کی منتشر قوموں کو ایک دوسرے کی طرف حرکت پیدا ہو اور رسل و رسائل کے وسائل بھی وسیع ہونے شروع ہو جائیں تو پھر حضرت افضل الرسل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ایک دائمی اور عالمگیر شریعت نازل کر کے بالآخر آپ کے نائب حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ اس شریعت کی دنیا بھر میں اشاعت کرا کے ساری قوموں کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کیا جائے۔ تا جس طرح دنیا کا خدا ایک ہے اُس کا رسول بھی ایک ہو۔ اور اُس کی شریعت بھی ایک۔ اور ایسا ہو کہ مختلف قوموں اور مختلف ملکوں کی قومی اور ملکی تہذیب و تمدن کے جزوی اختلاف کے باوجود ان کا مرکزی نقطہ ایک رہے۔ اور اخوت کی تاریں ساری دُنیا کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھے رکھیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ اس معاملے میں ایک زبردست پیشگوئی کا اعلان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ دوست غور سے سُنیں کہ کس تحدّی سے فرماتے ہیں:-

"اے تمام لوگو سُن رکھو کہ یہ اس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور

Scene ۵۸

برہان کی رو سے سب پر اُن کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دُنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب (اسلام) اور اس سلسلہ (احمدیہ) میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔ ...... دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اُس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴ و ۶۵)

(۱۹)

دوسرے نبیوں کی نبوت تو سب مسلمانوں میں مسلّم ہی ہے چنانچہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل اور حضرت یعقوب اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے سامنے تمام مسلمانوں کی گردنیں عزت و احترام کے ساتھ جھکتی ہیں۔ لیکن اُس قرآنی اصول کے مطابق کہ خدا تعالیٰ نے ہر ملک و قوم میں مختلف وقتوں میں اپنے رسول بھیجے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی انکشاف کے ماتحت ہندوستان کے مشہور قدیم مصلح حضرت کرشن کی نبوت کو بھی تسلیم کیا اور اُنہیں ایک پاکباز خدا رسیدہ بزرگ کے طور پر پیش کیا۔ جو قرآنی زمانہ سے پہلے خدا کا ایک سچا نبی اور اوتار تھا۔ اور اس طرح آپ نے اپنی منشاء کے مطابق ایک اور بڑی قوم کو عالمگیر روحانی اخوت کے دائرہ میں کھینچ لیا۔ بیشک کرشن جی کو ماننے والے لوگ اس وقت یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کے انکار کی وجہ سے ہدایت کے رستہ کو چھوڑ چکے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار صراحت فرمائی ہے کہ اس مذہب کی اصل صداقت پر قائم تھی اور کرشن خدا تعالیٰ کا ایک برحق رسول تھا۔ جو قدیم زمانہ میں آریہ ورت کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا گیا تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

"راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر خدا کی طرف سے ظاہر کیا گیا ہے در حقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی۔ وہ اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا۔ جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اُترتا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے فتح مند اور بااقبال تھا جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا۔ وہ اپنے زمانہ کا در حقیقت نبی تھا جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت سی باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔ وہ خدا کی محبت سے پُر تھا اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔"

(لیکچر سیالکوٹ)

اسی طرح آپ نے ہندوستان کے ایک اور بڑے مگر جدید مذہبی بزرگ اور سکھ قوم کے بانی حضرت باوا نانک علیہ الرحمۃ کی نیکی اور ولایت کو بھی تسلیم کیا اور اس بات کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا کہ حضرت باوا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دلی معترف تھے اور اُنہوں نے ہندو قوم میں اپنے مخصوص صوفیانہ طریق پر نیکی اور پاکبازی اور اخلاقِ حسنہ اور روحانیت کے پھیلانے کی کوشش کی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:-

"باوا نانک ایک نیک اور برگزیدہ انسان تھا اور اُن لوگوں میں سے تھا جن کو خدائے عزّ و جلّ اپنی محبت کا شربت پلاتا ہے ...... بلاشبہ باوا نانک صاحب کا وجود ہندوؤں کے لئے خدا کی طرف سے ایک رحمت تھا جس نے اُس نفرت کو دور کرنا چاہا جو اسلام کی نسبت ہندوؤں کے دلوں میں تھی۔"

(رسالہ پیغامِ صلح)

(۲۰)

اسی طرح قرآن کے مندرجہ بالا زریں اصول کے ماتحت جماعت احمدیہ اپنے مقدس بانی کی اقتداء میں چین کے کنفیوشس اور ایران کے زرتشت اور ہندوستان کے دوسرے مذہبی پیشوا گوتم بدھ کو بھی فی الجملہ تسلیم کرتی اور اُن کے متعلق محبت اور عقیدت کے جذبات رکھتی ہے۔

در حقیقت قرآنی تصریح کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ بھی تعلیم تھی کہ جس مذہبی پیشوا اور مامور الٰہی کو لاکھوں کروڑوں انسانوں نے قبول کر لیا اور اُن کی صداقت دنیا میں قائم ہو کر وسیع علاقوں میں پھیل گئی اور راسخ ہو گئی اور غیر معمولی طور پر لمبے زمانہ تک اُن کی مقبولیت کا سلسلہ چلتا چلا گیا اُن کے متعلق قرآنی صراحت کے علاوہ عقلاً بھی یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ اُن کی اصل ضرور حق و صداقت پر مبنی تھی کیونکہ ایک جھوٹے اور مفتری انسان کو کبھی بھی ایسی غیر معمولی قبولیت حاصل نہیں ہو سکتی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اس بے نظیر تعلیم نے جماعت احمدیہ کے نظریات میں گویا ایک انقلابی صورت پیدا کر کے دُنیا میں ایک عالمگیر امن اور آشتی کی بنیاد قائم کر دی ہے۔ بیشک فی الحال اس نظریہ نے ہماری مخالفت کا دائرہ بہت وسیع کر دیا ہے اور ہمیں گویا ایک عالمگیر آگ کے گھیرے میں لے لیا ہے کیونکہ ہر قوم ہمیں اپنا رقیب اور حریف سمجھ کر ہم پر حملہ آور ہو رہی ہے۔ مگر انشاء اللہ یہی نظریہ بالآخر عالمگیر اخوت کی بنیاد بنے گا۔ اور حضرت سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آپ کے نائب اور بروز حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ دُنیا ایک جھنڈے کے نیچے آ جائے گی۔ تب مسیح محمدی کا یہ قول پورا ہوگا کہ:-

"دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

میں شاید اپنے اصل مضمون سے کچھ ہٹ گیا ہوں۔ کیونکہ میرا مضمون حضرت مسیح موعودؑ بانی سلسلہ احمدیہ کے اخلاق و عادات اور آپ کے حسنہ حالات اور آپ کی مجلس کے کوائف اور آپ کے خاص خاص اقوال کے بیان کرنے سے تعلق رکھتا ہے مگر میں اس جگہ بظاہر اپنا رستہ چھوڑ کر بعض اصولی باتوں میں منہمک ہو گیا ہوں لیکن اگر غور کیا جائے تو جو باتیں میں نے اوپر بیان کی ہیں اُن کا میری تقریر کے موضوع کے ساتھ گہرا نفسیاتی جوڑ ہے۔ کیونکہ یہ باتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فطری رجحان اور پاک نظریات پر بھاری روشنی ڈالتی ہیں۔ اور اس بات پر ایک قطعی دلیل ہیں کہ آپ کا قلبِ مطہر ایک طرف اپنے خالق و مالک کے ساتھ نہایت گہرا پیوند رکھتا تھا اور دوسری طرف اُس کی تاریک دنیا بھر کی مخلوق کو اس طرح اپنے گھیرے میں لئے ہوئے تھیں کہ کوئی فرقہ اور کوئی طبقہ اور کوئی گروہ اُن کے مخلصانہ اور محبانہ ارتباط سے باہر نہیں رہا۔ آپ نے سچائی کی خاطر ہر قوم کی دشمنی سہیڑی مگر باوجود اس کے ہر قوم سے دلی محبت کی اور اپنے بے لوث اخلاق کو کمال تک پہنچا دیا۔ مگر ضروری ہے کہ میں اپنے مضمون کے ابتدائی حصہ کی طرح بعض جزوی باتیں بھی بیان کروں تا کہ اصول کے ساتھ جزئیات کی چاشنی بھی قائم رہے۔ اور میں اب اسی کی طرف پھر دوبارہ رجوع کرتا ہوں۔

(۲۱)

غالباً ۱۶-۱۹۱۵ء کی بات ہے کہ قادیان میں آل انڈیا ینگ مین کرسچن ایسوسی ایشن کے سیکرٹری مسٹر ایچ۔ اے والٹر تشریف لائے۔ اُن کے ساتھ لاہور کے ایف سی کالج کے وائس پرنسپل مسٹر لوکاس بھی تھے۔ مسٹر والٹر ایک کٹر مسیحی تھے اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق ایک کتاب لکھ کر شائع کرنا چاہتے تھے۔ جب وہ قادیان آئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملے اور تحریک احمدیت کے متعلق بہت سے سوال کرتے رہے اور دورانِ گفتگو میں کچھ بحث کا رنگ بھی پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے قادیان کے مختلف ادارہ جات کا معائنہ کیا اور بالآخر مسٹر والٹر نے خواہش ظاہر کی کہ میں بانی سلسلہ احمدیہ کے کسی پرانے صحبت یافتہ عقیدتمند کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ قادیان کی مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک قدیم اور فدائی صحابی منشی محمد اروڑا صاحبؓ سے اُن کی ملاقات کرائی گئی۔ اس وقت منشی صاحب مرحوم نماز کے انتظار میں تشریف رکھتے تھے۔ رسمی تعارف کے بعد مسٹر والٹر نے منشی صاحب موصوف سے دریافت کیا کہ:-

"آپ مرزا صاحب کو کب سے جانتے ہیں اور آپ نے اُن کو کس دلیل سے مانا اور اُن کی کس بات نے آپ پر زیادہ اثر کیا؟"

منشی صاحب نے جواب میں بڑی سادگی سے فرمایا:-

"میں حضرت مرزا صاحب کو اُن کے دعوے سے پہلے کا جانتا ہوں۔ میں نے ایسا پاک اور نورانی انسان کوئی نہیں دیکھا۔ اُن کا نور اور اُن کی مقناطیسی شخصیت ہی میرے لئے اُن کی سب سے بڑی دلیل تھی۔ ہم تو اُن کے منہ کے بھوکے تھے۔"

یہ کہہ کر حضرت منشی صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی یاد میں بے چین ہو کر اس طرح رونے لگے کہ جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی جدائی میں بلک بلک کر روتا ہے۔ اُس وقت مسٹر والٹر کا یہ حال تھا کہ یہ نظارہ دیکھ کر اُن کا رنگ سفید پڑ گیا تھا اور محوِ حیرت ہو کر منشی صاحب موصوف کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے اور ان کے دل میں منشی صاحب کی اس سادہ سی بات کا اتنا اثر تھا کہ بعد میں انہوں نے اپنی کتاب "احمدیہ موومنٹ" میں اس واقعہ کا خاص

طور پر ذکر کیا اور لکھا کہ :-

"مرزا صاحب کو ہم غلط خوردہ کہہ سکتے ہیں مگر جس شخص کی صحبت نے اپنے مریدوں پر ایسا گہرا اثر پیدا کیا ہے اُسے ہم دھوکے باز ہرگز نہیں کہہ سکتے"

(احمدیہ موومنٹ مصنفہ مسٹر ایچ - اے والٹر)

دراصل اگر انسان کی نیت صاف ہو اور اُس کے دل و دماغ کی کھڑکیاں کھلی ہوں تو بسا اوقات ایک پاکباز شخص کے چہرہ کی ایک جھلک یا اُس کے منہ کی ایک بات ہی انسان کے دل کو منور کرنے کے لئے کافی ہو جاتی ہے۔ انبیاء اور اولیاء کی تاریخ ایسی باتوں سے معمور ہے کہ ایک شخص مخالفت کے جذبات لے کر آیا اور پہلی نظر میں ہی یا پہلے فقرہ پر ہی گھائل ہو کر رہ گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں :-

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں ۞ اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

(۲۴)

حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بزرگ صحابی اور جماعت احمدیہ کے ایک جید عالم تھے فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ مردان کا ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی طب کا شہرہ سُن کر آپ سے علاج کرانے کی غرض سے قادیان آیا۔ یہ شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سخت ترین دشمن تھا اور بمشکل قادیان آنے پر رضامند ہُوا تھا۔ اور اُس نے قادیان آکر اپنی رہائش کے لئے مکان بھی احمدی محلہ سے باہر لیا۔ جب حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے علاج سے اسے خدا کے فضل سے افاقہ ہو گیا اور وہ اپنے وطن واپس جانے کے لئے تیار ہوا تو اس کے ایک احمدی دوست نے اُسے کہا کہ تم نے حضرت مسیح موعودؑ کو تو دیکھنا پسند نہیں کیا مگر ہماری مسجد تو دیکھتے جاؤ۔ وہ اِس بات کے لئے رضامند ہو گیا۔ مگر یہ شرط کی کہ مجھے ایسے وقت میں مسجد دکھاؤ کہ جب مرزا صاحب مسجد میں نہ ہوں۔ چنانچہ یہ صاحب اُسے ایسے وقت میں قادیان کی مسجد مبارک دکھانے کے لئے لے گئے کہ جب نماز کا وقت نہیں تھا اور مسجد خالی تھی۔ مگر قدرتِ خدا کا کرنا یہ ہُوا کہ اِدھر یہ شخص مسجد میں داخل ہُوا اور اُدھر حضرت مسیح موعودؑ کے مکان کی کھڑکی کھلی اور حضور کسی کام کے تعلق میں اچانک مسجد میں تشریف لے آئے۔ جب اُس شخص کی نظر حضرت مسیح موعودؑ پر پڑی تو وہ حضور کا نورانی چہرہ دیکھتے ہی بے تاب ہو کر حضور کے قدموں میں آگرا۔ اور اُسی وقت بیعت کرلی۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول روایت ۷۳)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر حال میں ہر شخص اسی قسم کا اثر قبول کرتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو کوئی شخص بھی صداقت کا منکر نہیں رہ سکتا۔ بلکہ یہ خاص حالات کی باتیں ہیں جب کہ ایک طرف کسی نبی یا ولی کے چہرہ پر خاص انوارِ الٰہی کا نزول ہو رہا ہو اور اس کی قوتِ مؤثرہ پورے جذبہ اور جوش کی حالت میں ہو اور دوسری طرف اثر قبول کرنے والے شخص کا دل صاف ہو۔ اور اس کی قوتِ متاثرہ پوری طرح بیدار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی پہلی آواز پر ہی قبول کر لیا۔ اور لبیک لبیک کہتے ہوئے آپ کے قدموں میں آگرے اور خدائی رحمت کے طالب ہوئے وہاں ابوجہل ایک ہی شہر میں پہلو بہ پہلو رہتے ہوئے آخر وقت تک آپ کی مخالفت پر تُلا رہا۔ اور عذاب کے نشان کا طالب ہو کر یہی کہتا ہُوا مر گیا کہ اگر تُو سچا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر انسان کی اپنی آنکھیں بند ہوں تو اس کے لئے سورج کی روشنی بیکار ہو کر رہ جاتی ہے۔ حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے :-

حسن ز بصرہ - بلال از حبش - صہیب از روم
ز خاکِ مکہ ابوجہل - ایں چہ بوالعجبی است

"یعنی یہ عجیب قدرتِ خداوندی ہے کہ حسنؓ نے بصرہ سے آکر اور بلالؓ نے حبشہ میں پیدا ہو کر اور صہیبؓ نے روم سے اُٹھ کر رسول پاکؐ کو قبول کیا مگر ابوجہل مکہ کی خاک میں جنم لینے کے باوجود صداقت سے محروم رہا!"

پس جو لوگ خدائی نور سے منور ہونا چاہتے ہیں اُنہیں چاہیئے کہ اپنی آنکھیں ہمیشہ کھلی رکھیں ورنہ ہزار سورج کی روشنی بھی اُنہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکروں کے متعلق کس حسرت کے ساتھ فرماتا ہے کہ :-

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ؕ[1]

"یعنی ہائے افسوس لوگوں پر کہ کوئی رسول بھی ایسا نہیں آیا کہ جس کا ہمارا انکار انہوں نے نہ کیا ہو (بلکہ) انہوں نے اس کا انکار کرکے اُس پر ہنسی نہ اُڑائی ہو"

(۲۳)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک دفعہ مجھ سے بیان کیا اور بعض اوقات مجلس میں بھی بیان فرماتے رہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک ہندو جو گجرات کا رہنے والا تھا ایک برات کے ساتھ قادیان آیا۔ یہ شخص علم توجہ[1] یعنی ہپنوٹزم[2] کا بڑا ماہر تھا۔ اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس وقت ہم لوگ اتفاق سے قادیان آئے ہوئے ہیں چلو مرزا صاحب سے بھی ملتے چلیں۔ اُس کا منشاء یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے حضرت مسیح موعودؑ پر توجہ کا اثر ڈال کر حضور سے کبھری مجلس میں کوئی ایسی نازیبا حرکت کرائے جس سے لوگوں پر حضور کا رُوحانی اور اخلاقی اثر زائل ہو جائے جب وہ مسجد میں حضور سے ملا تو اُس نے حضور کے سامنے بیٹھ کر خاموشی کے ساتھ حضور پر اپنی توجہ کا اثر ڈالنا شروع کیا۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ پوری دلجمعی کے ساتھ اپنی گفتگو میں مصروف رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس شخص کے بدن پر کچھ لرزہ آیا اور اُس کے منہ سے کچھ خوف کی آواز بھی نکلی۔ لیکن وہ سنبھل گیا۔ اور پھر زیادہ زور کے ساتھ توجہ ڈالنی شروع کی۔ اس پر اس نے ایک چیخ ماری اور بے تحاشا مسجد سے بھاگتا ہُوا نیچے اُتر گیا۔ اُس کے ساتھی اور بعض دوسرے لوگ بھی اُس کے پیچھے گئے اور اُس کو پکڑ کر سنبھالا۔ جب اُس کے ہوش ٹھکانے ہوئے تو بعد میں اُس نے بیان کیا کہ میں علم توجہ کا بڑا ماہر ہوں۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ مرزا صاحب پر توجہ ڈال کر اُن سے مجلس میں کوئی نازیبا حرکت کراؤں مگر جب میں نے اُن پر توجہ ڈالی تو میں نے دیکھا کہ میرے سامنے ایک شیر کھڑا ہے۔ میں اُسے اپنا وہم قرار دے کر سنبھل گیا اور پھر دوبارہ توجہ ڈالنی شروع کی۔ اس پر میں نے دیکھا کہ وہ شیر میری طرف بڑھ رہا ہے جس سے میرا بدن لرز گیا۔ مگر میں نے پھر اپنے آپ کو سنبھالا اور اپنی ساری توجہ جمع کرکے اور اپنا سارا زور لگا کر مرزا صاحب پر توجہ ڈالی۔ اُس وقت میں نے دیکھا کہ وہ شیر خوفناک صورت میں مجھ پر اس طرح حملہ آور ہُوا ہے کہ گویا مجھے ختم کرنا چاہتا ہے جس پر میرے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی اور میں مسجد سے بھاگ اُٹھا (سیرۃ المہدی روایت ۷۵ یہی روایت بعد میں کسی قدر اختلاف کے ساتھ تفسیر کبیر سورۃ شعراء زیر آیت ۴۹ میں بھی بیان ہوئی ہے)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرمایا کرتے ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بہت معتقد ہو گیا اور جب تک زندہ رہا ہمیشہ بڑی عقیدت کے رنگ میں حضور کے ساتھ خط و کتابت رکھتا رہا۔ اور وہ بیان کیا کرتا تھا کہ مرزا صاحب بڑے خدا رسیدہ بزرگ ہیں جن کے سامنے میری ہپنوٹزم کی طاقت بالکل بیکار ثابت ہوئی۔

اس روایت کے تعلق میں ہمارے دوستوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ علم توجہ یعنی ہپنوٹزم دنیا کے علموں میں سے ایک لطیف علم ہے جس کا بنیادی ملکہ انسانی فطرت کے اندر قدرتی طور پر پایا جاتا ہے۔ مگر یہ ملکہ عموماً مخفی اور مستور رہتا ہے البتہ اسے مناسب مشق کے ذریعہ بیدار کیا جا سکتا اور بڑھایا جا سکتا ہے۔ اور بعض لوگ جن کی قوتِ ارادی زیادہ مضبوط ہوتی ہے اور اُن کے اندر توجہ جمانے یعنی کنسنٹریشن کا مادہ زیادہ پختہ ہوتا ہے وہ لمبی مشق کے ذریعہ اس ملکہ میں کافی ترقی کر لیتے ہیں۔ لیکن بعض مثالیں ایسی بھی دیکھی گئی ہیں کہ بعض لوگوں میں شاذ کے طور پر بعض تو عمر بچوں تک میں یہ ملکہ قدرتی طور پر بھی بیدار ہوتا ہے۔ اور وہ کسی قسم کی مشق کے بغیر ہی غیر شعوری رنگ میں توجہ جمانے اور اس کے اثرات پیدا کرنے میں ایک حد تک کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسی قدرتی حالت اگر اُسے مشق کے ذریعہ قائم نہ رکھا جائے بالعموم جلد زائل ہو جاتی ہے۔ بلکہ یہ فطری ملکہ بعض جانوروں تک میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ سانپوں کی بعض اقسام اپنی آنکھوں کی توجہ کے ذریعہ اپنے شکار کو مسحور کر لیا کرتی ہیں۔

اس تعلق میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ علم توجہ یعنی ہپنوٹزم کو حقیقی روحانیت سے جو خدا تعالیٰ کے ذاتی تعلق کا دوسرا نام ہے کوئی واسطہ نہیں بلکہ یہ علم دنیا کے علموں میں سے اسی طرح کا علم ہے جس طرح کہ طب یا ہیئت یا ہندسہ یا کیمسٹری یا فزکس وغیرہ دنیا کے علوم ہیں۔ اور ہر شخص خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتا ہو اسے حاصل کر سکتا اور اپنی فطری استعداد کے مطابق مناسب مشق کے ذریعہ اس میں کافی مہارت پیدا کر سکتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں میں سے کئی صوفیا

---

[1] Concentration　[2] Hypnotism

[1] سورۃ یٰسین آیت ۳۱

اور ہندوؤں میں سے کئی جوگی اس علم کے ماہر گذرے ہیں۔ اور اس علم کے ذریعہ بیماریوں کا علاج بھی کرتے رہے ہیں اور یہی اس علم کا بہترین استعمال ہے۔ اور آجکل یورپ و امریکہ کے لوگ بھی اس علم میں کافی ترقی کر رہے ہیں اور قدیم زمانہ میں جو ساحر حضرت موسیٰ کے مقابل پر آئے تھے وہ بھی غالباً اسی علم کے ماہر تھے۔ مگر عصائے موسوی کے سامنے اُن کا سحر ٹوٹ کر پاش پاش ہو گیا۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے انما صنعوا کید ساحر ولا یفلح الساحر حیث اتی۔ یعنی ان لوگوں نے ایک ساحرانہ چال چلی تھی مگر خدا کے رسولوں کے مقابل پر کوئی ساحر کامیاب نہیں ہو سکتا خواہ وہ کسی رستہ سے آئے۔"

(۲۴)

اسی تعلق میں مجھے ایک اور روایت بھی یاد آئی ہے۔ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب ابتدا میں حضرت منشی احمد جان صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے لدھیانہ میں ملے تو چونکہ حضرت منشی صاحب علم توجہ کے بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ اور اس علم کے ذریعہ مریضوں کا علاج بھی کیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ توجہ کے علم کے ماہر ہیں اس علم میں آپکا سب سے بڑا کمال کیا ہے؟ منشی صاحب مرحوم بڑے منکسر المزاج صوفی فطرت کے نیک بزرگ تھے۔ انہوں نے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ "حضرت بس یہ کر سکتا ہوں کہ اگر میں کسی شخص پر توجہ ڈالوں تو وہ تڑپ کر زمین پر گر جاتا ہے۔" حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"منشی صاحب! اس سے اُس کی روحانیت کو کیا فائدہ پہنچا؟ اور آپ کی روحانیت کو کیا فائدہ پہنچا؟ اور اس کے نفس کی پاکیزگی اور خدا کے تعلق میں کیا ترقی ہوئی؟"

حضرت منشی صاحب بڑی نکتہ رس طبیعت کے بزرگ تھے بے ساختہ عرض کیا:۔

"حضرت میں سمجھ گیا ہوں۔ یہ ایک ایسا علم ہے جسے حقیقی روحانیت سے واقعی کوئی تعلق نہیں۔"

یہ حضرت منشی احمد جان صاحب وہی بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعلےٰ روحانی مقام کو شناخت کر کے اور دنیا کی موجودہ ابتر حالت کو دیکھتے ہوئے حضورؑ کے دعویٰ اور سلسلہ بیعت سے بھی پہلے حضور کو مخاطب کر کے یہ شعر کہا تھا کہ:۔

"ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر ؎ تم مسیحا بنو خدا کے لئے"

حضرت مسیح موعودؑ تو خدا کی قدرت نمائی سے مسیح بن گئے مگر افسوس کہ حضرت منشی صاحب اس سے پہلے ہی اس دارِ فانی سے کوچ کر کے اپنے مولیٰ کے حضور جا پہنچے۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول روایت نمبر ۱۴۳)

(۲۵)

دوستو! جیسا کہ میں شروع میں بیان کر چکا ہوں میرے اس مضمون کا عنوان دُرِّ منثور ہے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق و عادات اور خاص خاص اقوال کے متعلق غیر مرتب موتی۔ اس لئے اس میں کسی ترتیب کا خیال نہ کریں۔ خدا تعالیٰ نے بعض صورتوں میں بکھری ہوئی چیزوں میں بھی غیر معمولی زینت ودیعت کر رکھی ہے۔ چنانچہ آسمان کے ستارے بظاہر بالکل غیر مرتب صورت میں بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مگر اُن میں اتنی خوبصورتی اور اتنی جاذبیت ہے کہ تاروں بھری رات کا نظارہ بعض اوقات انسان کو مسحور کر دیتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید نے اہلِ جنت کے نوخیز خدمت گاروں کے متعلق کَاَنَّھُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یعنی وہ اپنی خادمانہ مصروفیت میں اِدھر اُدھر گھومتے ہوئے یوں نظر آئیں گے کہ گویا کسی نے مجلس میں موتیوں کا چھینٹا دے رکھا ہے۔ خالقِ فطرت حسن و جمال کی آرائشوں کو سب سے بہتر سمجھتا ہے۔ اُس کی بنائی ہوئی چیزوں میں خواہ وہ مرتب ہیں یا بظاہر غیر مرتب بہترین حُسن کا نظارہ پایا جاتا ہے اور اس کی یہ بھی سنت ہے کہ بعض اوقات وہ اپنے بندوں کو جلال[۱] کے ذریعہ مسحور کرتا ہے۔ اور بعض اوقات جمال[۲] کے ذریعہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ چنانچہ اس کے رسولوں اور رسولوں کے خلیفوں میں بھی جلال و جمال کا لطیف دور نظر آتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جلالی نبی تھے مگر ان کے آخری خلیفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جمالی صفات لے کر مبعوث ہوئے۔ اسی طرح ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بعثت کے لحاظ سے جلالی شان[۱] کے حامل تھے جن کے نور کی زبردست کرنوں نے عرب کے وسیع ملک کو گویا آنکھ جھپکنے میں بُت پرستی کی ظلمت سے نکال کر توحید کی تیز روشنی سے منور کر دیا۔ لیکن آپ کا آخری خلیفہ اور اسلام کا خاتم الخلفاء یعنی مسیح محمدی جمال کی چادر میں لپٹا ہوا آیا۔ چنانچہ آپ اپنی مشہور نظم میں جس میں آپ نے محبتِ الٰہی کے کرشموں کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:۔

آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند ؎ لطف کردی کہ ازیں خاک نمایاں کردی

"یعنی لوگ تو مسیح کا ٹھکانا آسمان پر بتاتے ہیں اور اُس کے نزول کے منتظر ہیں لیکن اے محبتِ الٰہی! تیرا یہ کمال ہے کہ تُو نے مجھ خاک کے پُتلے کو زمین میں سے ہی ظاہر کر کے مسیحیت کے مقام پر پہنچا دیا ہے۔"

دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فلسفۂ سلوک تمام کا تمام محبت کے محور کے ارد گرد گھومتا ہے۔ خدا سے محبت۔ رسول سے محبت۔ مخلوق سے محبت۔ عزیزوں سے محبت۔ ہمسایوں سے محبت۔ دوستوں سے محبت۔ دشمنوں سے محبت۔ افراد سے محبت۔ قوموں سے محبت۔ خدا تک پہنچنے کا رستہ محبت اور پھر اپنے اصلاحی پروگرام کا مرکزی نقطہ بھی محبت۔ چنانچہ محولہ بالا نظم میں محبت کے گن گاتے ہوئے کس جذبہ کے ساتھ فرماتے ہیں:۔

اے محبت عجب آثار نمایاں کردی ؎ زخم و مرہم برہِ یار تو یکساں کردی
ذرّہ را تو بیک جلوہ کُنی چوں خورشید ؎ اے بسا خاک کہ تو چوں مہ تاباں کردی
جانِ خود کس ندہد بہر کسے از صدق و صفا ؎ راست ایں است کہ ایں جنس تو ارزاں کردی
تا نہ دیوانہ شدم ہوش نیامد بسرم ؎ اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احساں کردی
آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند ؎ لطف کردی کہ ازیں خاک نمایاں کردی

(البدر ۲۴ر اپریل سنہ۱۹۰۳ء)

"یعنی اے محبت! تیرے آثار عجیب و غریب ہیں کیونکہ تُو نے آسمانی معشوق کے رستہ میں زخم کی تکلیف اور مرہم کی راحت کو ایک جیسا بنا رکھا ہے۔ تیری طاقت کا یہ عالم ہے کہ ایک ذرّہ بے مقدار کو اپنے ایک جلوہ سے سورج کی طرح بنا دیتی ہے اور کتنے ہی خاک کے ذرّے ہیں جن کو تُو نے چمکتا ہوا چاند بنا دیا ہے۔ دنیا میں کوئی شخص کسی دوسرے کی خاطر صدق و اخلاص کے ساتھ جان نہیں دیتا۔ مگر حق یہ ہے کہ اے محبت تُو نے اور صرف تُو نے ہی اس جان بازی کے سودے کو بالکل آسان کر دیا ہے۔ میں تو جب تک خدا کے عشق میں دیوانہ نہیں ہوا میرے سر میں ہوش نہیں آیا۔ پس اے جنونِ عشق! میرے دل کی تمنا یہ ہے کہ تیرے ہی ارد گرد طواف کرتا رہوں کہ تُو نے مجھ پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔ وہ مسیح جسے لوگ اپنی غلطی سے آسمان پر بیٹھا ہوا سمجھتے تھے تُو نے اے محبت! اپنی کرشمہ سازی سے اُسے اس زمین میں سے ہی ظاہر کر دیا ہے۔"

دوسری جگہ اپنی ایک اردو کی نظم میں سلوک الی اللہ کے مراحل کا ذکر کرتے ہوئے محبت کی تاثیرات کے متعلق فرماتے ہیں:۔

کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں ؎ طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشت خار
اُس کے پانے کا یہی اے دوستو اک راز ہے ؎ کیمیا ہے جس سے ہاتھ آ جائیگا زر بے شمار
تیرِ تاثیرِ محبت کا خطا جاتا نہیں ؎ تیر اندازو نہ ہونا سُست اس میں زینہار
عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُر خطر ؎ عشق ہے جو سر جھکا دے زیرِ تیغِ آبدار
فقر کی منزل کا ہے اول قدم نفی وجود ؎ پس کرو اس نفس کو زیر و زبر از بہرِ یار
تلخ ہوتا ہے ثمر جب تک کہ ہو وہ ناتمام ؎ اس طرح ایماں بھی ہے جب تک نہ ہو کامل پیار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

(۲۶)

اُس عدیم المثال محبت کی وجہ سے جو خدا کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں تھی اور پھر اس محبت کی وجہ سے جو خدا کو آپ کے ساتھ تھی حضرت مسیح موعود کو خدا کی غیر معمولی نصرت اور حفاظت پر ناز تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ جب ایک آریہ نے اسلام پر یہ اعتراض کیا کہ قرآن نے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق یہ بات قانونِ قدرت کے خلاف بیان کی ہے۔ اس لئے وہ قابلِ قبول نہیں کہ جب دشمنوں نے ان کو آگ میں ڈالا تو خدا کے حکم سے آگ اُن پر ٹھنڈی ہو گئی اور حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اوّلؓ نے اس اعتراض کے جواب میں یہ لکھا کہ یہاں آگ سے حقیقی آگ مراد نہیں بلکہ دشمنی اور

۱؎ Majesty ۲؎ Beauty

۱؎ گو حقیقت یہ ہے کہ آپ میں جلال و جمال کی ایسی دلآویز آمیزش تھی کہ آپ کے جمالی و جلالی میں فرق کرنا مشکل ہے۔ منہ

شرارت کی آگ مراد ہے اور بعض لوگوں نے اِس جواب کو بہت پسند کیا۔ مگر جب حضرت مولوی صاحب کے اس جواب کی اطلاع حضرت مسیح موعودؑ کو پہنچی تو آپ نے بڑے جلال کے ساتھ فرمایا کہ مولوی صاحب کو اس تاویل کی ضرورت نہیں تھی۔ خدا کے بنائے ہوئے قانون قدرت کا احاطہ کون کر سکتا ہے؛ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک نہایت لطیف اور بصیرت افروز شعر میں فرماتے ہیں کہ:-

نہیں محصور ہرگز راستہ قدرت نمائی کا
خدا کی قدرتوں کا حصر دعویٰ ہے خدائی کا

اور حق بھی یہی ہے کہ آج سے کچھ عرصہ پہلے جو باتیں بظاہر قانون قدرت کے خلاف سمجھی جاتی تھیں وہ آج نئی نئی تحقیقاتوں اور نئے نئے انکشافوں کے نتیجہ میں قانون قدرت کے مطابق ثابت ہو رہی ہیں۔ اور پھر خدا اپنے بنائے ہوئے قانون کا غلام نہیں ہے بلکہ اپنے خاص مصالح کے ماتحت اس قانون میں وقتی طور پر مناسب تبدیلی بھی کر سکتا ہے۔ جیسا کہ وہ خود قرآن میں فرماتا ہے کہ:-

اَللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰۤی اَمْرِہٖ (سورۂ یوسف آیت ۲۲)

"یعنی خدا اپنی جاری کردہ تقدیر پر بھی غالب ہے اور اُسے خاص حالات میں بدل سکتا ہے"۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدا اپنے بنائے قانون اور سلسلہ اسباب کو توڑ دیتا ہے بلکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے تصریح فرمائی ہے۔ مراد یہ ہے کہ بعض اوقات خدا ایسے مخفی در مخفی اسباب پیدا کر دیتا ہے جو دُنیا کو نظر نہیں آتے مگر اُن کے نتیجہ میں اُس کے کسی بدیہی قانون میں وقتی تبدیلی رونما ہو جاتی ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۴۴)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی تحدی کے ساتھ فرمایا کہ اگر خدا نے اپنے کسی خاص الخاص تصرف سے اپنے پیارے بندے ابراہیمؑ کے لئے دشمنوں کی لگائی ہوئی آگ کو سچ مچ ٹھنڈا کر دیا ہو تو اس میں ہرگز کوئی تعجب کی بات نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ تو خدا کے مامور و مرسل تھے جن کی صداقت تو وہ ہے جسے اُمتِ محمدیہ کے اکثر سمجھدار لوگوں نے برملا تسلیم کیا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے اس موقعہ پر صرف ایک حقیقت اور ایک فلسفہ کا ہی اظہار نہیں فرمایا۔ بلکہ ایک ربانی مصلح اور ذاتی مشاہدہ سے مشرف انسان کی حیثیت میں بڑے وثوق اور جلال کے ساتھ یہ بھی فرمایا۔ احباب غور سے سُنیں کس شان سے فرماتے ہیں کہ:-

"حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ تو گذر چکا اب ہم خدا کی طرف سے اس زمانہ میں موجود ہیں۔ ہمیں کوئی دشمن آگ میں ڈال کر دیکھے۔ خدا کے فضل سے ہم پر بھی آگ ٹھنڈی ہو گی"۔ (سیرۃ المہدی روایت ۱۴۷)

چنانچہ اسی حقیقت کا اعلان کرتے ہوئے اپنی ایک نظم میں بھی فرماتے ہیں:-

ترے مکروں سے اے جاہل مرا نقصان نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے

(تتمہ حقیقۃ الوحی)

لیکن اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ بھی صراحت فرمائی کہ ہمارا یہ کام نہیں کہ مداریوں کی طرح خود آگ جلا کر اس میں داخل ہونے کا تماشہ دکھاتے پھریں اور خدا کا امتحان کریں۔ خدا کا امتحان کرنا اُس کے ماموروں کی شان سے بعید ہے اور سُنّتِ انبیاء کے سراسر خلاف۔ ہاں اگر دشمن خود از راہ عداوت ہمیں آگ میں ڈالے تو ہم پر آگ ٹھنڈی ہو گی اور خدا ہمیں اس کے ضرر سے بچائے گا۔ (سیرۃ المہدی روایت ۱۲۹ و روایت ۱۴۷)

کاش ہماری جماعت کے لوگ ایمان میں اتنی ترقی کریں اور خدا کے ساتھ اپنا ذاتی تعلق اس حد تک بڑھائیں کہ ان کے لئے بھی خدائی غیرت جوش میں آتی رہے اور وہ نہ صرف دشمنوں کی شرارت سے محفوظ رہیں بلکہ نصرتِ الٰہی کے پھریرے اُڑاتے ہوئے جائیں۔ آگے ہی آگے بڑھتے جائیں اور دنیا کے لئے روشنی اور ہدایت کا موجب بنیں۔

(۲۷)

ایک طرف تو حضرت مسیح موعودؑ کو خدائی نصرت پر اتنا بھروسہ تھا کہ آگ میں پڑ کر سلامت نکل آنے کا یقین رکھتے تھے مگر دوسری طرف خدا کے رستہ میں سر قربانی کے لئے اتنے تیار تھے کہ اس کی خاطر ہر تکلیف کو راحت سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم رضی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن سپرنٹنڈنٹ پولیس حضرت مسیح موعودؑ کے مکان کی تلاشی کے لئے اچانک قادیان آیا اور ہمارے نانا جان میر ناصر نواب صاحب مرحومؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ سخت گھبراہٹ کی حالت میں حضرت مسیح موعودؑ کے پاس بھاگے گئے اور غلبۂ رقت کی وجہ سے بڑی مشکل کے ساتھ عرض کیا کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس وارنٹ گرفتاری کے ساتھ ہتھکڑیاں لئے کر آ رہا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اُس وقت اپنی کتاب "نور القرآن" تصنیف فرما رہے تھے۔ سر اُٹھا کر مسکراتے ہوئے فرمایا

"میر صاحب! لوگ دنیا کی خوشیوں میں چاندی سونے کے کنگن پہنا کرتے ہیں۔ ہم سمجھیں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے رستہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے۔ پھر ذرا تامل کے ساتھ فرمایا! مگر ایسا نہیں ہوگا۔ خدا تعالیٰ کی حکومت اپنے خاص مصالح رکھتی ہے۔ وہ اپنے خلفائے ماموریں کے لئے اس قسم کی رسوائی پسند نہیں کرتا"۔

("الحکم" جلد ۳ نمبر ۴ ۲ صفحہ ۲ بحوالہ ملفوظات جلد اول)

اللہ اللہ! کیا شان دلربائی ہے کہ ایک طرف اتنی قربانی کہ مسکراتے ہوئے خدا کے رستہ میں ہتھکڑی پہننے کے لئے تیار ہیں اور دوسری طرف خدا کی نصرت پر ایسا بھروسہ کہ پولیس ہتھکڑیاں لے کر دروازے پر کھڑی ہے اور کس بے اعتنائی سے فرماتے ہیں کہ:-

"ایسا نہیں ہوگا میرا خدا مجھے اس رسوائی سے بچائے گا"۔

(۲۸)

اس موقعہ پر مجھے حضرت مسیح موعودؑ کے بے نظیر توکل کا ایک اور واقعہ بھی یاد آیا ہے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اپنے ایک خط میں فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں توکل کی بات چل پڑی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:-

"میں اپنے قلب کی عجیب کیفیت پاتا ہوں۔ جب سخت حبس ہوتا ہے اور گرمی کمال شدت کو پہنچی ہے تو لوگ وثوق سے بارش کی امید رکھتے ہیں۔ ایسا ہی جب میں اپنی صندوقچی کو خالی دیکھتا ہوں تو مجھے خدا کے فضل پر یقین واثق ہوتا ہے کہ اب یہ بھرے گی۔ اور ایسا ہی ہوتا ہے"۔ اور پھر خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر فرمایا کہ "جب میرا کیسہ خالی ہوتا ہے تو جو ذوق اور سرور اللہ تعالیٰ پر توکل کا مجھے اُس وقت حاصل ہوتا ہے میں اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا اور یہ حالت بہت ہی زیادہ راحت بخش اور طمانیت انگیز ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ کیسہ بھرا ہوا ہو"۔

(الحکم بحوالہ جلد ۳ نمبر ۲۲ صفحہ ۵ بحوالہ ملفوظات جلد ۱)

کیسہ تو اہلِ فقر کا اکثر خالی ہی رہتا ہے مگر حضرت مسیح موعودؑ کے توکل کی شان ملاحظہ ہو کہ جس طرح ایک زیرک زمیندار اپنے بار بار کے تجربہ شدہ کوئیں کے متعلق یقین رکھتا ہے کہ جب اُس کا موجودہ پانی ختم ہونے پر آئے گا تو اس کے زیرِ زمین سوتے خود بخود کھل جائیں گے اور کنواں پھر پانی سے بھر جائے گا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کا دِل اس یقین سے معمور تھا کہ اِدھر میری جیب خالی ہوئی اور اُدھر آسمان کا غیبی ہاتھ اُسے پھر بھر دے گا۔ اور جو کام مجھے خدا نے سپرد کیا ہے اُس میں روک پیدا نہیں ہوگی۔ یہ وہی مقامِ نصرت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو بالکل اوائل میں الہام فرمایا تھا کہ:-

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔

"یعنی کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟"

حقیقت یہ ہے کہ خدائی الہام شروع سے لے کر آخر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر رحمت کا بادل بن کر چھایا رہا۔

(۲۹)

محترم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک پرانے اور مخلص صحابی ہیں اور حضور کے ہاتھ پر ہندو سے مسلمان ہوئے تھے۔ مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آخری سفر میں لاہور تشریف لے گئے، اور اُس وقت آپ کو بڑی کثرت کے ساتھ قرب وفات کے الہامات ہو رہے تھے تو اُن دنوں میں میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ پر ایک خاص قسم کی ربودگی اور نورانی کیفیت طاری رہتی تھی۔ ان ایام میں حضور ہر روز شام کے وقت ایک قسم کی بند گاڑی میں جو فٹن کہلاتی تھی ہوا خوری کے لئے باہر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور حضور کے حرم اور بعض بچے بھی ساتھ ہوتے تھے۔ جس دن صبح کے وقت حضور نے فوت ہونا تھا اُس سے پہلی شام کو جب حضور فٹن میں بیٹھ کر سیر کے لئے تشریف لے جانے لگے تو بھائی صاحب روایت کرتے ہیں کہ اُس وقت حضور نے مجھے خصوصیت کے ساتھ فرمایا:-

"میاں عبدالرحمٰن اس گاڑی والے سے کہہ دیں اور اچھی طرح سمجھا دیں کہ اس وقت ہمارے پاس صرف ایک روپیہ ہے۔ وہ ہمیں صرف اتنی دور تک لے جائے کہ ہم اسی روپے کے اندر گھر واپس پہنچ جائیں"۔

(روایات بھائی عبدالرحمٰن قادیانی)

چنانچہ حضور تھوڑی سی ہوا خوری کے بعد گھر واپس تشریف لے آئے۔ مگر اُسی رات نصف شب کے بعد حضور کو اسہال کی تکلیف ہو گئی اور دوسرے دن صبح دس بجے کے قریب

حضور اپنے مولیٰ اور محبوب ازلی کے حضور حاضر ہو گئے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضور کے وصال کا واقعہ اس وقت پچاس سال گذر نے پر بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے گویا کہ میں حضور کے سفرِ آخرت کی ابتداء اب بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ مگر اس وقت مجھے اس واقعہ کی تفصیل بتانی مقصود نہیں بلکہ صرف یہ اظہار مقصود ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیوی مال ومتاع کے لحاظ سے بعینہٖ اس حالت میں فوت ہوئے جس میں کہ آپ کے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری بیماری میں جو کہ مرض الموت تھی جلدی جلدی مسجد سے اُٹھ کر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اور جو تھوڑا سا مال وہاں رکھا تھا وہ تقسیم کر کے اپنے آسمانی آقا کے حضور حاضر ہونے کے لئے خالی ہاتھ ہو گئے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اپنی زندگی کے آخری دن اپنی جھولی جھاڑ دی۔ تا کہ اپنے آقا کے حضور خالی ہاتھ ہو کر حاضر ہوں۔ بیشک اسلام دنیا کی نعمتیں حاصل کرنے اور ان کے لئے مناسب کوشش کرنے سے نہیں روکتا بلکہ قرآن خود حسناتِ دارین کی دعا سکھاتا ہے۔ مگر انبیاء اور اولیاء کا مقام فقر کا مقام ہوتا ہے جس میں یہ پاک گروہ صرف خدا کا ہو کر بن کر قوتِ لایموت پر زندگی گذارنا چاہتا ہے۔ اسی لئے انبیاء کے سرتاج حضرت افضل الرسل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے دین و دنیا کا بادشاہ ہونے ہوئے بھی اپنے لئے فقر کی زندگی پسند کی اور ہمیشہ یہی فرمایا کہ:-

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ۔

"یعنی فقر کی زندگی میرے لئے فخر کا موجب ہے۔"

(۳۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے خداداد فرائض کی ادائیگی میں بھی اصل بھروسہ دُعا پر تھا جو فقر ہی کا دوسرا نام ہے۔ کیونکہ جس طرح اہلِ فقر ایک حد تک دنیا کے سہاروں سے کام لیتے ہیں باوجود اصل بھروسہ خدا کی غیبی نصرت پر رکھتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کی خدمت اور صداقت کی اشاعت میں تمام ظاہری تدابیر کو کام میں لانے اور جہاد فی سبیل اللہ کی کوشش کو انتہا تک پہنچانے کے باوجود اپنا اصل بھروسہ دُعا یعنی نصرتِ الٰہی کی طلب پر رکھا۔ آپ کے قلمی جہاد کا لوہا دُنیا مانتی ہے جس نے مذہبی مباحثہ کا بالکل رنگ بدل دیا۔ اور اسلام کے مقابل پر عیسائیوں اور آریوں اور دہریوں کے دانت کھٹے کر دیئے اور آپ کے مخالفوں تک نے آپ کو "فتح نصیب جرنیل" کے لقب سے یاد کیا۔

(ملاحظہ ہو وکیل امرت سر جون ۱۹۰۸ء)

مگر باوجود اس کے آپ نے اپنا اصل حربہ ہمیشہ دُعا کو قرار دیا۔ اور اپنی ظاہری کوششوں کو خدا کی نصرت کے مقابل پر ہیچ سمجھتے ہوئے ساری عمر یہی اعتراف کرتے رہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی سے ہوگا۔ چنانچہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:-

"دُعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں، خدا نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی کے ذریعہ ہوگا۔ ہمارا ہتھیار تو دُعا ہی ہے اس کے سوا کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں۔ جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں خدا اس کو ظاہر کر کے دکھا دیتا ہے۔"

(ذکر حبیبؑ مرتبہ حضرت مفتی صاحب صفحہ ۱۷۲)

(۳۱)

اپنی وفات کے قریب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دعا کی طرف بیش از بیش توجہ پیدا ہو گئی تھی۔ کیونکہ ایک طرف خدائی طاقتوں کی وسعت اور دوسری طرف انسانی کوششوں کی بے بضاعتی کے منظر نے آپ کی حقیقت شناس آنکھوں کو زیادہ سے زیادہ آسمان کی طرف اُٹھانا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری ایام میں اپنے رہائشی کمرے کے ساتھ خلوت کی دعاؤں کے لئے خاص حجرہ تعمیر کرایا اور اُس کا نام بیت الدعاء رکھا تاکہ اس میں آپ اسلام کی ترقی اور اپنے خداداد مشن کی کامیابی کے لئے خشوع وخضوع کے ساتھ دعائیں کر سکیں اور اپنے آسمانی آقا کے حضور سرخرو ہو کر پہنچیں۔ اس بارے میں آپ کے مخلص صحابی حضرت مفتی محمد صادق صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:-

"ہم نے سوچا کہ عمر کا اعتبار نہیں۔ ستر سال کے قریب عمر سے گذر چکے ہیں۔ موت کا وقت مقرر نہیں۔ خدا جانے کس وقت آجائے اور کام ہمارا ابھی بہت باقی ہے۔ اور ہمارے قلم کی طاقت کم ہے وہ ثابت ہو گئی ہے۔ رہی سیف سو اس کے واسطے خدا تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔ لہٰذا ہم نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور اسی سے قوت پانے کے واسطے ایک الگ حجرہ بنایا اور خدا سے دعا کی اس مسجد البیت اور بیت الدعاء کو امن اور سلامتی اور اعداء پر بذریعہ دلائلِ نیرہ اور براہین ساطعہ کے فتح کا گھر بنا دے۔"

(روایات حضرت مفتی صاحب مندرجہ ذکر حبیبؑ صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲)

اللہ اللہ! کیا جذبۂ انکساری ہے کہ سلطان القلم اور اس میدان میں فاتح اعظم ہوتے ہوئے بھی خدائی نصرت کے مقابل پر کس عاجزی سے اپنے قلم کی کمزوری کا اعتراف فرما رہے ہیں۔ یہ وہی انتہائی جذبہ انکساری ہے جس کے ماتحت آپ نے اپنی ایک نظم میں فرمایا ہے کہ:-

کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں

ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول

میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار

حق تو یہ ہے کہ انسان کی کامیابی کا تمام راز خدا کی نصرت میں ہے یہ نصرت دین کے میدان میں دُعا کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہے اور دنیا کے میدان میں خدا کے بنائے ہوئے قانونِ قدرت کے ذریعہ مخفیہ طور پر اپنا اثر دکھاتی ہے۔ اسی لئے تمام نبیوں اور تمام ولیوں اور تمام خدا رسیدہ لوگوں نے ہر زمانہ میں دُعا پر بہت زور دیا ہے۔ کیونکہ یہ خالق اور مخلوق کے درمیان روحانی رشتہ کا مرکزی نقطہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ۔ (ترمذی)

"یعنی دُعا عبادت کا اندرونی مغز اور اُس کی روح ہے جس کے بغیر انسان کی عبادت ایک کھوکھلی ہڈی کے سوا کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔"

(۳۲)

پس ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ دعاؤں میں بہت توبہ اور الحاک اور سوز و گداز کی کیفیت پیدا کریں اور اسے اپنی زندگی کا سہارا بنائیں۔ اور اس پر ایک بے جان رسم کے طور پر نہیں بلکہ ایک زبردست زندہ حقیقت کے طور پر قائم ہو جائیں اور یقین رکھیں کہ خدا دعاؤں کو سنتا ہے مگر جس طرح وہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کی التجاؤں کو مانتا ہے اسی طرح وہ کبھی بعض مصالح کے ماتحت اُن کی درخواست کو رد کر کے اپنی بھی منواتا ہے۔ لیکن کسی دعا کا قبول نہ ہونا دعاؤں کی قبولیت کے بنیادی فلسفہ پر کوئی اثر نہیں رکھتا۔ کیونکہ عام لوگوں کے لئے خدا آقا ہے اور آقا کو حق ہے کہ اپنے کسی خادم کی بد اعمالی پر ناراض ہو کر اس کی بعض درخواستوں کو رد کر دے اور اپنے خاص بندوں کے لئے وہ آقا ہونے کے علاوہ دوست بھی ہے۔ اور دوستی کا تقاضا ہے کہ کبھی انسان اپنے دوست کی بات مانتا اور کبھی اُسے اپنی بات منواتا ہے۔ اور ان دونوں حالتوں میں کسی نہ کسی رنگ میں خدا کی رحمت ہی جلوہ گر رہتی ہے۔ دُعاؤں کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ دوست غور سے سنیں کہ یہ بڑی حکمت کا کلام ہے۔ فرماتے ہیں کہ:-

"کیا ہی قادر و قیوم خدا ہے جس کو ہم نے پایا کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جس کو ہم نے دیکھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں مگر وہی جو اس کی کتاب اور وعدے کے برخلاف ہے۔ سو جب تم دعا کرو تو ان جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانونِ قدرت بنا بیٹھے ہیں ..... کیونکہ وہ مردود ہیں۔ اُن کی دعائیں ہرگز قبول نہیں ہونگی ..... لیکن جب تو دعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دعا منظور ہوگی اور تو خدا کی قدرت کے وہ عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں ... خدا ایک پیارا خزانہ ہے اُس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے ..... اُن لوگوں کے پیرو مت بنو جنہوں نے سب کچھ دنیا کو ہی سمجھ رکھا ہے بلکہ چاہیئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ وہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے .....

... خدا تمہاری آنکھیں کھولے تا تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے۔ اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیاں اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہیں؟ ..... مبارک وہ انسان جو اس راز کو سمجھ لے اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جس نے اس راز کو نہیں سمجھا۔" (کشتی نوح)

بس اسی پر میں اپنے اس مقالہ کو ختم کرتا ہوں اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اُن روحانی اور اخلاقی اقدار کا وارث بنائے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا میں نازل ہوئیں اور پھر آپ کے خادم اور نائب حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ اُن کی تجدید ہوئی اور انہوں نے اس زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ایک نئی رشنی پائی تاکہ اسلام کا بول بالا ہو اور جماعت احمدیہ کے ذریعہ دُنیا کے کناروں تک

تک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نور مکمل چاہئے اور حضرت مسیح موعود کا یہ الہام اپنی کامل شان اور کامل جلال کے ساتھ پورا ہو گا۔

"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے
محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم اُفتاد"

پس اے عزیزو! دوستو! اپنے قدموں میں مضبوطی پیدا کرو کہ ایک بہت بلند مینار کی چڑھائی آپ کا انتظار کر رہی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خاکسار

مرزا بشیر احمد

ربوہ

۱۷ دسمبر ۱۹۶۰ء (الفضل ۱۸/۱/۶۱)

اخبار بدر کیلئے مبلغ چھ صد روپیہ کا گرانقدر عطیہ

رعایتی قیمت پر پرچہ جاری کرانے کا نادر موقعہ

مکرم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی آٹو ٹریڈرز ۔ ۱۶ منگولین ۔ کلکتہ نے مبلغ چھ سو روپیہ اس غرض کے لئے عنایت فرمایا ہے کہ مبلغ تین صد روپیہ کی رقم سے اخبار بدر کے پچاس پرچے ایک سال کے لئے مختلف لائبریریوں ۔ ریڈنگ رومز اور غیر احمدیوں کے نام جاری کئے جائیں اور بقیہ تین صد روپے سے ایسے متوسط الحال احمدیوں اور غیر احمدیوں کے نام ایک سال کے لئے سو پرچے جاری کئے جائیں ۔ جو اخبار کا نصف چندہ خود ادا کریں۔

نظارت ہذا مکرم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کی اس پیشکش کو بصد شکریہ قبول کرتی ہے ۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء ۔ سیٹھ صاحب ذیابیطس کے مریض ہیں ۔ احباب جماعت دعا فرمائیں ۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے ۔ اور ان کو اور اہل و عیال کو دینی و دنیوی ترقیات عطا فرمائے ۔ تاکہ وہ بڑھ چڑھ کر خدمات سرانجام دے سکیں ۔

جملہ مبلغین اور صدر صاحبان جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقہ کا جائزہ لے کر مختلف لائبریریوں ۔ ریڈنگ رومز اور ایسے غیر احمدی دوست جن کو اخبار بدر بھجوانا مفید ہو ۔ اور وہ خود اس کا چندہ ادا نہ کر سکتے ہوں ان کے پتوں سے بواپسی مطلع فرمائیں ۔

نیز ایسے احمدی و غیر احمدی دوست جو اخبار منگوانے سے اس وجہ سے مجبور ہوں کہ پورا چندہ اخبار بدر ۶ روپے ادا نہ کر سکتے ہوں ۔ ان کے لئے بھی موقعہ ہے کہ وہ اخبار بدر کا نصف چندہ بھجوا کر ایک سال کے لئے اخبار جاری کروا سکتے ہیں ۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ کی وفات پر

جماعتوں اور افراد کی طرف سے تعزیتی قرار دادیں اور مراسلات

محترم امیر صاحب مقامی کے نام حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی کی وفات پر مختلف جماعتوں اور افراد کی طرف سے کثرت کے ساتھ تعزیتی مراسلات اور قرار دادیں موصول ہوئی ہیں ۔ بوجہ عدم گنجائش ان سب کا اندراج اخبار میں ممکن نہیں ۔ اسی قسم کے تعزیتی خطوط وغیرہ ارسال کرنے والے دوستوں کا قبل ازیں بھی ایک خاص نوٹ کے ذریعہ شکریہ ادا کیا جا چکا ہے ۔ اور اب پھر مقامی جماعت کی طرف سے احباب جماعت کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ سب دوستوں کے اخلاص میں برکت ڈالے اور انہیں سلسلہ کی بڑھ چڑھ کر خدمت کرنے کی توفیق دے ۔ تا وہ خلا جو بلند پایہ بزرگوں کی وفات کے نتیجہ میں پیدا ہوا ۔ احباب جماعت کی ملی و ملی خدمات کے ساتھ کسی حد تک پورا ہو ۔

حسب ذیل دوستوں کی طرف سے تازہ تعزیتی تاریں ۔ مراسلات اور قرار دادیں موصول ہوئی ہیں :-

(تار) منجانب امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ ۔ جماعت احمدیہ یادگیر ۔ جماعت احمدیہ حیدر آباد (دکن)

(قرار دادیں) منجانب ۔ جماعت ہائے احمدیہ کراچی ۔ لاہور ۔ مجلس خدام الاحمدیہ مدراس ۔ راولپنڈی ۔ حیدر آباد (دکن) ۔ جھنگ ۔

(خطوط) منجانب مکرم مولوی عبدالمطلب صاحب ابراہیم پورہ (مغربی بنگال) مکرم شیخ محمد لطیف صاحب از جالندھر شہر ۔ مکرم مولوی بشیر احمد صاحب خادم احمدیہ بلڈنگ بھاگل پور ۔ مکرم سیٹھ محمد اعظم صاحب حیدر آباد (دکن) مکرم ڈاکٹر عبدالغنی صاحب گجرات (پاکستان) مکرم سید محمد ہاشم صاحب بخاری جہلم ۔ مکرم عبدالحمید صاحب صاحب عارف لاہور ۔

وفات

قادیان ۳۰ر جنوری ۔ افسوس محترمہ حسین بی بی صاحبہ زوجہ بابا نور احمد صاحب باورچی لنگر خانہ قادیان ایک لمبی بیماری کے بعد گذشتہ شب یہاں قریباً ساٹھ سال کی عمر میں وفات پا گئیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مرحومہ کو ایک عرصہ سے پیٹ میں تکلیف چلی آ رہی تھی ۔ جس کے لئے قادیان کے علاوہ بٹالہ اور امرتسر کے ڈاکٹروں سے بھی علاج معالجہ کرایا جاتا رہا ۔ مگر سوائے وقتی افاقہ کے بیماری میں کوئی خاطر خواہ کمی نہ آئی ۔ آخر کار یہی بیماری مرحومہ کی جان لیوا ثابت ہوئی ۔

آج بعد نماز ظہر مہمان خانہ میں محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل نے درویشوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی اور موصیہ ہونے کی وجہ سے مرحومہ کو بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کیا گیا ۔ قبر کی تیاری کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے دعا کرائی ۔ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے ۔ آمین ۔

رمضان المبارک اور ادائیگی زکوٰۃ

زکوٰۃ کی اہمیت اور فرضیت کے متعلق پیشتر ازیں بذریعہ اعلان اخبار بدر اور سرکلر احباب جماعت کو توجہ دلائی جا چکی ہے ۔ رمضان المبارک کے مقدس ایام ماہ فروری میں شروع ہو رہے ہیں ۔ اس مبارک مہینہ میں عموماً احباب جماعت اپنی زکوٰۃ کی رقوم کا حساب کر کے مرکز میں بھجوایا کرتے ہیں ۔ لہٰذا جملہ صاحب نصاب احباب اور جماعت کی مستورات کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ ابھی سے اپنے ذمہ واجب الادا زکوٰۃ کا محاسبہ کریں اور جن جن بھائیوں اور بہنوں کے ذمہ جس قدر زکوٰۃ کی رقوم قابل ادا بنتی ہو جلد از جلد بھجوا کر فرض شناسی کا ثبوت دیں ۔ فریضہ زکوٰۃ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک لازمی رکن ہے اور کوئی اور چندہ اس مالی فرض کا قائم مقام نہیں ہو سکتا بہت سے ایسے احباب جنہوں نے گذشتہ سال زکوٰۃ کی رقوم مرکز میں نہیں بھجوائی تھیں اور اس سال ابھی تک ان کی طرف سے ادائیگی زکوٰۃ کا انتظار ہے کی خدمت میں انفرادی یاددہانی بھی نظارت ہذا کی طرف سے کرائی جا رہی ہے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمام افراد جماعت کو فرض شناسی کی توفیق بخشے ۔ آمین ۔ ناظر بیت المال قادیان

قادیان میں بارہویں یوم جمہوریت کی شاندار تقریب

(بقیہ صفحہ اول)

آپ نے جمہوریت کی عام فہم تشریح کرتے ہوئے مؤثر الفاظ میں اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ آزادی سے قبل ہمارا مستقبل ہمارے ہاتھ میں نہ تھا۔ مگر اب یہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہم چاہیں تو اپنے مستقبل کو شاندار بنا سکتے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ اس کے لئے بہت سی باتوں کی ضرورت ہے۔ انہیں میں تنظیم، سوشل اتحاد۔ عدل و انصاف اور سخت محنت بھی ہے۔ چاہیئے کہ سخت محنت، سوشل اتحاد اور اعلیٰ درجہ کے نظم و ضبط کے ساتھ جمہوریت کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔

آپ نے قومی لیڈروں پر نکتہ چینی کرنے کی عادت کی مذمت کرتے ہوئے بتایا کہ اگر ہم اپنے لیڈروں پر نکتہ چینی کرتے ہیں تو یہ ہماری اپنی غلطی ہے۔ یہ لیڈر تو ہمارے اپنے منتخب کردہ افراد ہیں۔ پھر کیوں ان پر اس ڈھنگ سے نکتہ چینی کی جاتی ہے۔

الغرض محترم صاحبزادہ صاحب کا یہ جامع اور مبسوط خطاب حاضرین نے بڑی دلچسپی سے سنا۔ اس موقع پر دو پارٹیوں نے بھنگڑہ ناچ بھی پیش کیا۔ نیز جمناسٹک کا مقابلہ ہوا۔ تعلیم الاسلام مڈل سکول قادیان کے چھوٹے بچوں (جن میں احمدی بچوں کے علاوہ دو ایک غیر مسلم بچے بھی تھے) نے ایک دلچسپ کھیل کا مظاہرہ کیا۔ اسی طرح سکھ نیشنل کالج کے طلبہ اور اہالیان قادیان کے نوجوانوں کی دو ٹیموں کا کبڈی کا میچ ہوا۔ جس میں کالج ٹیم فائق رہی۔

آخر میں صدر جلسہ جناب سردار گور دیال سنگھ صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں تقریب کے جملہ انتظامات کو سراہا۔ اور پروفیسر اودھے سنگھ اور مولوی برکت علی صاحب انعام جنہوں نے ورزشی مقابلوں کا اہتمام کیا اُن کے حسن انتظام کی تعریف کی۔ اور خاص شکریہ ادا کیا۔ اس موقعہ پر نمایاں کام کرنے والوں اور ورزشی مقابلوں میں حصہ لینے والوں کی حوصلہ افزائی کے لئے بادا کرشن سنگھ صاحب پرنسپل سکھ نیشنل کالج نے انعامات تقسیم کئے اور یہ تقریب بہت عمدگی سے ڈیڑھ بجے کے قریب اختتام پذیر ہوئی۔

رشتہ ناطہ

(ضروری)

احباب جماعت

احباب جماعت سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ رشتہ ناطہ کے معاملہ میں بالخصوص لڑکیوں کے رشتے طے کرانے میں احباب کو بہت سی مشکلات اور دشواریاں پیش آرہی ہیں۔ جن کا حل اسی صورت میں ممکن ہے کہ مرکز میں باقاعدہ جملہ قابل شادی اناث و ذکور کے کوائف بھجوائے جائیں۔ جن سے معلوم ہو سکے گا کہ کس کس جگہ قابل شادی لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اور کس علاقے میں لڑکے زیادہ ہیں۔ اور اس طرح صحیح علم و اندازہ حاصل ہو جانے کے بعد رشتہ ناطہ کی موجودہ مشکلات کو حل کرنے کے لئے کوئی مؤثر قدم اُٹھایا جا سکے گا۔

لیکن افسوس ہے کہ اس بارہ میں جملہ صدر صاحبان و سیکرٹریان امور عامہ۔ مبلغین و انسپکٹران بیت المال اور پراونشل امراء کو متعدد بار براہِ راست اور بذریعہ اخبار بدر توجہ دلائے جانے کے باوجود ابھی تک بہت کم ذمہ دار احباب نے توجہ فرمائی ہے۔ اور رشتہ ناطہ کی مشکلات کے حل میں کوئی مؤثر کارروائی نہیں ہو سکی۔ اور مشکلات ابھی تک بدستور موجود ہیں۔

لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ جملہ ذمہ وار عہدہ داران جماعت کو پھر تاکیداً توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کے احساس کا عملی ثبوت دیتے ہوئے حسب ہدایت کوائف فارموں کے مطابق نا کتخدا لڑکیوں اور قابل شادی لڑکوں کی مکمل صورت میں فہرستیں مرتب کر کے جلد از جلد بھجوا کر ممنون فرما دیں۔

اللہ تعالیٰ سب احباب جماعت کے ساتھ ہو۔ آمین

ناظر امور عامہ قادیان

مردم شماری کے متعلق ضروری اعلان

احباب کو علم ہے کہ ماہ فروری میں ہندوستان بھر کی مردم شماری ہو رہی ہے۔ اس موقع پر احباب سرکاری ہدایات کے ماتحت جملہ کوائف پوری توجہ اور صحت سے درج کروائیں۔ اور اپنے آپ کو احمدی مسلمان لکھوائیں۔ نیز جن احباب کو اردو زبان آتی ہے (اور امید ہے کہ سوائے محدودے چند احمدیوں کے اکثر احمدی اردو زبان جانتے ہیں۔ کیونکہ ہماری مذہبی کتب اکثر اسی زبان میں ہیں) وہ سب اپنی مادری یا ثانوی زبان جیسی بھی صورت ہو۔ اردو لکھوائیں۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی اس بارے میں تاکید کریں۔ تاکہ اُردو زبان کو اس کا جائز حق دستور ہند کے مطابق ملے۔

احباب و عہدہ داران جماعت پوری توجہ سے مردم شماری کے موقع پر جملہ افراد کے اسماء درج کروائیں۔ یہ ایک ملکی اور قومی خدمت ہے۔

ناظر امور عامہ قادیان

کشمیر کے احمدی احباب کیلئے

ایک قابلِ تقلید مثال

مکرم منشی نصیر الدین صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ چک ایمرچھ تحصیل کولگام نے ایک تحریر مورخہ ۵/۱/۶۱ کے ذریعہ ایک عدد درخت سیب امری واقعہ کھیوٹ نمبر ۲۲۹ موضع ایمرچھ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وقف کیا ہے۔ جس کی قیمت پیداوار میں سے نصف رقم صدر انجمن احمدیہ قادیان کے خزانہ میں اغراض سلسلہ کے لئے اور بقیہ نصف مقامی مسجد کے اخراجات کے لئے مجلس عاملہ جماعت احمدیہ چک ایمرچھ کو خرچ کرنے کا اختیار دیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ منشی صاحب موصوف کو اس وقف کا بہترین اجر بخشے اور دیگر احباب جماعت کو بھی خدمات دینیہ کے لئے زیادہ سے زیادہ مالی قربانی کی توفیق بخشے۔ آمین

(ناظر بیت المال قادیان)

شادی خانہ آبادی

ربوہ پاکستان سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ عزیزم مولوی سید عبدالحی صاحب بی۔ اے شاہد کی شادی خانہ آبادی بتاریخ ۱۲ر جنوری ۱۹۶۱ء عمل میں آئی۔ اور مورخہ ۱۴ر جنوری کو دعوت ولیمہ ہوا۔ جس میں سیدی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے بھی شرکت فرما کر دعا فرمائی۔ شادی اور ولیمہ کی ہر دو تقریبات میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد، قادیان کے صحابہ کرام اور صدر انجمن احمدیہ و تحریک جدید کے معزز کارکنان اور دوسرے احباب بھی شامل ہوئے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے ہر طرح بابرکت کرے اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔ آمین۔

خاکسار عبد الواحد مولوی فاضل ساکن آسنور (کشمیر) نزیل قادیان۔

اعلان نکاح ۔ میرے لڑکے عزیز محمد حنیف کا نکاح مسماۃ طاہرہ بیگم بنت سید حسین صاحب ساکن کسناڑ ضلع ورنگل آندھرا پردیش کے ساتھ بعوض حق مہر مبلغ ۳۰۰/- روپیہ بتاریخ ۲۴/۹ ضلع لائیلو میں ۲ کو پڑھا گیا۔ احباب جماعت اس رشتہ کے جانبین کے لئے موجب برکت ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار محمد اسمٰعیل ننگلی درویش قادیان۔

خبریں

نئی دہلی ۲۷ر جنوری۔ اندازہ ہے کہ کل یوم جمہوریت کی پریڈ کو تقریباً انیس لاکھ اشخاص نے دیکھا۔ ان میں بڑی تعداد باہر سے آنے والے ان لوگوں کی ہے جو ملک کے کونہ کونہ سے گذشتہ ایک ہفتہ سے راجدھانی کی طرف کھنچے چلے آ رہے تھے اتنی کثیر تعداد میں کہ ریلوے کو اسپیشل ٹرینوں کا انتظام کرنا پڑا۔ دس لاکھ سے بھی زیادہ کا ہجوم انڈیا گیٹ اور راج پتھ کے دونوں کناروں پر جمع تھا۔

تاریخ میں پہلا موقع

یہ تاریخ میں پہلا موقع تھا کہ برطانوی حکمران نے آزاد ہندوستان کی قومی تقریبات میں شرکت کی تھی۔ برطانیہ سے ہندوستان کے ساتھ جو طویل وابستگی رہی ہے شاید اس کے پیش نظر صدر نے سرکاری رسم کو توڑتے ہوئے ملکہ الزبتھ اور ان کے شوہر کو صدارتی جلوس میں شامل ہونے کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کیا۔

صدر کی سواری باڈی گارڈوں کی حفاظت میں ٹھیک ۹ ۱/۲ بجے سلامی پبوترہ پر پہونچی اور فوراً ہی ۳۱ توپوں نے سلامی دی۔ جن کے دھماکوں نے پورے علاقہ کو ہلا دیا۔

صدر کی بگھی سے پہلے ملکہ الزبتھ اتریں جن کا وزیراعظم نہرو نے استقبال کیا۔

ٹیلی ویژن

آزاد ہندوستان کی تاریخ میں پہلی بار فوجی پریڈ اور جھانکیوں کے جلوس کو ٹیلی ویژن پر دکھانے کا انتظام کیا گیا۔

واشنگٹن ۳۰ر جنوری۔ امریکہ کے صدر مسٹر کینیڈی نے آج اعلان کیا کہ وہ روس اور دیگر ممالک کے ساتھ تعاون کے تمام امکانی ذرائع ڈھونڈیں گے۔ آپ نے یہ اعلان امریکن پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں کیا۔ آپ صدارت کا عہدہ سنبھالنے کے بعد پہلی بار پارلیمنٹ سے خطاب کر رہے تھے۔ آپ نے کہا میں تمام ممالک کو جن میں روس بھی شامل ہے دعوت دیتا ہوں کہ وہ ہمارے ساتھ موسمی پیشگوئیوں کے نئے پروگرام کو نشو ونما دینے مصنوعی سیاروں کے ذریعہ پیغام رسانی کیلئے پروگرام کو ترقی دینے اور شکرا ور منگل ستاروں کی کھوج کے کام میں تعاون کریں۔ یہ کارروائیاں ایک ان کائنات کے عمیق ترین رازوں کو بے نقاب کریں گی۔ آپ نے ممبران پارلیمنٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔ میں قومی خطرہ اور قومی مواقع کے اس نازک مرحلہ پر خطاب کر رہا ہوں۔ چار برس بعد میرا عہد صدارت ختم ہونے پر ہمیں سنجیدگی سے اس بات کی آزمائش کرنی ہوگی۔ کہ وہ قوم جس کا نظام حکومت ہمارے جیسا ہو اپنا وجود کسی ڈھنگ سے برقرار رکھ سکتی ہے۔ اس سوال کا جواب آسان نہیں ہے اور اس کام میں پارلیمنٹ کو ایڈمنسٹریشن سے تعاون کرنا چاہیئے۔ آپ نے کہا امریکہ کے لئے اب بھی سب سے بڑا چیلنج وہ دنیا ہے جو اعصابی جنگ سے پرے ہے۔ اور اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ روس اور چین کے ساتھ ہمارے تعلقات ہیں۔ ہمیں کبھی یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ روس یا امریکہ ساری دنیا پر غلبہ پانے کے خواہشمند ہیں۔

نئی دہلی ۳۰ر جنوری۔ آج دیش بھر میں راشٹرپتا مہاتما گاندھی اور جنگ آزادی کے ان گنت شہیدوں کو خراج تحسین پیش کی گئی۔ جب کہ پورے گیارہ بجے تمام سرگرمیاں اور نقل و حرکت بند کر دی گئی۔ اور سبھی لوگ جہاں کہیں بھی تھے تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ آج گاندھی جی کی برسی تھی۔ اور یہ دن ۱۹۵۵ء سے یوم شہیدان کے طور پر منایا جاتا ہے۔ دہلی میں آج کا دن پورے احترام اور جوش سے منایا گیا۔

نئی دہلی ۳۰ر جنوری۔ وزیراعظم پنڈت نہرو نے آج رام لیلا گراؤنڈ میں ایک بھاری پبلک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے دیش واسیوں کو مہاتما گاندھی کے بتلائے ہوئے راستے پر چلنے کی تلقین کی۔ آپ نے بھارت کی ترقیاتی سکیموں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے ملک نے پچھلے ۱۴ سالوں میں جو ترقی کی ہے۔ اس کی دنیا میں بہت کم مثال ملتی ہے۔ آپ نے مزید کہا کہ اس وقت ہم ترقی کے اس پڑاؤ پر پہنچ گئے ہیں۔ جہاں ہمیں اپنی رفتار اور بھی تیز کرنی ہوگی۔ پنڈت نہرو نے مزید کہا کہ دیش محض دولت یا روپیہ کے بل بوتے پر ترقی نہیں کرےگا بلکہ صحیح معنوں میں ہمارے دیش کا نام تب ہی اونچا ہوگا جبکہ دنیاوی خوشحالی کے ساتھ ساتھ ہمارے دل و دماغ بھی ترقی کریں گے۔ پردھان منتری نے کہا کہ اس وقت دنیا میں جو تغیر و تبدل رونما ہو رہا ہے ہمیں چوکنا ہو کر اور آنکھیں کھول کر ان تبدیلیوں میں حصہ لینا چاہیئے۔ آپ نے مختلف شعبوں میں بھارت کی ترقی کا ذکر کیا اور کہا کہ خوراک کی پیداوار کے علاوہ سائنسی کھوج میں بھی کافی ترقی کر رہے ہیں۔ جبکہ ہم نے دیگر شعبوں میں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ روحانیت اور مادہ پرستی کا ذکر کرتے ہوئے پنڈت نہرو نے یورپ اور امریکہ کی مثال پیش کی۔ اور کہا کہ اگرچہ سب ملک بے حد خوشحال اور دانشمند ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان ممالک نے بڑی جنگیں لڑی ہیں اور ایک دوسرے کو تباہ کرنے کی کوشش کی۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ ان ممالک کو روحانی سکون حاصل نہیں۔ لہٰذا ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مادی طور پر خوشحالی لانے کے علاوہ ہم نے اپنے سامنے کیا آدرش رکھنا ہے ابر آلود موسم کے باوجود پنڈت نہرو نے ۷۰ منٹ تک تقریر کی۔

احمد آباد ۳۰ر جنوری۔ معلوم ہوا ہے کہ آئندہ عام انتخابات کے متعلق کانگرس کی طرف سے سارے ملک میں پروپیگنڈا مہم کا انچارج شری ڈھیبر کو بنایا جا رہا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وزیراعظم شری نہرو نے انتہائی وسیع پیمانے پر ملک کا دورہ کرنے سے معذوری کا اظہار کیا ہے۔ مزید معلوم ہوا ہے کہ کانگریس ٹکٹ دینے کے سلسلہ میں جو کمیٹی بنائی گئی تھی اس نے اپنی رپورٹ تقریباً مکمل کر لی ہے۔

آگرہ ۳۰ر جنوری۔ ملکہ الزبتھ کل ڈیوک کے ہمراہ رات کا کھانا کھانے کے بعد ۹ بجے چودھویں کے چاند کی چاندنی میں تاج محل کا نظارہ کرنے گئیں۔ اور وہاں تقریباً ایک گھنٹہ ٹھہریں چونکہ آسمان ابر آلود تھا اس لئے کبھی کبھی چاند بادلوں کی اوٹ سے باہر آ جاتا تھا۔ لہٰذا وہ پوری طرح اس نظارہ سے محظوظ نہ ہو سکیں آج صبح ملکہ آگرہ سے بذریعہ ہوائی جہاز اودے پور روانہ ہو گئیں۔ ان کا ہوائی جہاز دس بجکر گیارہ منٹ پر ہوائی اڈہ سے اُڑا۔ یہ ہوائی جہاز بالکل سرخ رنگ کا ہے۔

تاریخ "ہندی قرونِ وسطیٰ" جلد دوم پر

تبصرہ

جناب قاری محمد بشیر الدین صاحب پنڈت ایم۔ اے (علیگ) نے ہندوستان میں اسلامی دور کی جو تاریخ مندرجہ بالا عنوان سے مدوّن کی ہے اُس کے جستہ جستہ مقامات کا میں نے مطالعہ کیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ جناب قاری صاحب نے اس تاریخ کی تدوین میں بہت محنت اور عرق ریزی کی ہے۔ اور بوجہ اس کے کہ مصنف علاّمہ علاوہ عربی۔ فارسی اور انگریزی زبانوں کے سنسکرت اور ہندی کے بھی فاضل ہیں آپ کی نظر تاریخی اعتبار سے بہت وسیع ہے۔ اور آپ کا یہ گراں قدر تالیف ان غلطیوں اور غلط فہمیوں کا بہت حد تک ازالہ کرتی ہے۔ جو انگریزی راج میں شاہانِ اسلام کو بدنام کرنے اور فرقہ وارانہ مناقشت کو اُبھارنے کے لئے اسلامی دور کی تاریخوں میں درج کی گئیں۔ اگر اس قیمتی تاریخ کے تمام حصوں کی اشاعت کا کوئی محب وطن اور ہمدرد قوم بیڑا اُٹھائے تو یہ ایک بہت بڑی قومی خدمت ہے۔

برکات احمد راجیکی بی۔ اے

ناظر امور عامہ جماعت احمدیہ قادیان

اطلاع

احباب کرام کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ خاکسار کے پاس چند کاپیاں رپورٹ تحقیقاتی عدالت (برائے تحقیق فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء) انگریزی موجود ہیں۔ جس دوست کو درکار ہوں مندرجہ ذیل پتہ پر لکھیں۔

قریشی عبدالقادر اعوان درویش قادیان

درخواست ہائے دعا

۱۔ مکرم مولوی شریف احمد صاحب فاضل امینی مدراس سے اطلاع دیتے ہیں کہ آن کی اہلیہ محترمہ شدید طور پر علیل ہیں۔ احباب موصوفہ کی کامل و عاجل شفایابی کے لئے دعا فرمائیں۔ (ایڈیٹر)

۲۔ الحاج محترم مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری (صحابی) بیمار ہیں۔ اور لاہور میں زیر علاج ہیں۔ احباب موصوف کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے خصوصیت سے دعا کریں۔ " (الحاج مسعود احمد خورشید از کراچی)